بیاد

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ

دار العلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

الحق

ماھنامہ

محرم الحرام ۱۴۲۳ھ / مارچ ۲۰۰۲ء

مُدیر مسئول
مولانا سمیع الحق

جامعه دار العلوم حقانیه کی طرف سے ایک عظیم علمی و تحقیقی تحفه

جامعہ حقانیہ کے جید علماً کرام مفتیان عظام کی نصف صدی کی کاوشوں کا شاہکار

فتاویٰ حقانیه

تین هزار چه سو صفحات — **چه جلدوں میں**

فتاویٰ اور فقہ کی دنیا میں ایک مبارک اور دلاویز اضافہ یعنی جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے فتاویٰ جو کہ ہزاروں مسائل، فقہی جزئیات، علمی تحقیقات اور دیگر بے شمار خصائص ونوادرات پر مشتمل ہے جس کا برسوں سے انتظار کیا جارہا تھا اور علماً ومفتیان کرام دانشور حضرات اور طلباً اس کیلئے چشم براہ تھے۔

الحمدلله **شائع هو چکا هے۔** قیمت : -/2300 روپے

مدارس عربیه طلباً، علماً کیلئے خصوصی رعایت 45%

اعلیٰ ترین کاغذ و طباعت و جلد بندی

جلد اول فقہ اور فتاویٰ کے مآخذ، عقائد ایمانیات فرق اسلامیہ، فرق باطلہ سائنس اور اسلام تجدد والحاد وغیرہ

جلد دوم اجتہاد، بدعت، علم، تفسیر وحدیث، سلوک، سیاست، کراھیۃ واباحۃ، حقوق النساء اور طہارت

جلد سوم صلوٰۃ، عشر وزکوٰۃ، جدید معاشی مسائل

جلد چہارم زکوٰۃ، صوم، حج، نکاح اور طلاق

جلد پنجم نفقات ایمان ونذر، وقف، حدود، تعزیرات، اشربۃ، قصاص ودیۃ، جہاد، قضا، شہادۃ۔ قسمہ واکراہ

جلد ششم بیوع، ربا، رھن، اجارہ، شرکۃ، مضاربۃ، وکالۃ، حوالہ، ھبۃ، غصب، احیاء الموات، مزارعۃ ذبائح، اضحیۃ، وصیت اور فرائض

خصوصیات

موت ومابعد الموت اور حیات دنیوی سے متعلق تمام مسائل میں شریعت کی رهنمائی

اس فتاویٰ میں سوالات کے جوابات پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ ہر جواب کیساتھ کتب احادیث، تفاسیر اور معتمد فقہی ذخائر سے حوالہ جات بھی درج ہیں۔ قدیم وجدید مسائل اور ان کے جوابات، عصر حاضر کے ایسے جدید مسائل جو کہ معرکۃ الاراء ہیں اور ساتھ ساتھ نئی سائنسی تحقیقات، ٹیکنالوجی اور انٹرنیٹ وکمپیوٹر وغیرہ سے جو نئے مسائل پیدا ہوئے ہیں اسکے متعلق بھی انتہائی معلومات افزاء مواد اس میں شامل ہے۔ دارالعلوم سے یا قریبی مارکیٹ سے فوری طلب فرمائیں۔

ناشر : جامعه دار العلوم حقانیه اکوڑه خٹك نوشهره

APR 2002

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

جلد نمبر ۔۔۔ 37
شمارہ نمبر ۔۔۔ 6
محرم الحرام ۱۴۲۳ھ
مارچ ۲۰۰۲ء

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ	نگران	مدیر
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ	حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ	حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: فتاویٰ حقانیہ کی اشاعت ۔ طالبان اور القاعدہ کی امریکہ اور اسکے اتحادیوں کیخلاف نئی
کامیاب گوریلا جنگ ۔ اسرائیلی مظالم اور فلسطینی مجاہدوں کی مثالی سرفروشانہ کاروائیاں ...... راشد الحق ۲

قرآن عظیم ایک سدا بہار معجزہ .... مولانا محمد شہاب الدین ندوی ۶

مسلمانوں کو تباہ کرنے کا جامع اور دور رس امریکہ منصوبہ .... مولانا نور عالم خلیل امینی ۱۳

قرآن حکیم انسانیت کے لئے ایک مکمل عالمی منشور .... مولانا عیسیٰ منصوری ۴۸

امت مسلمہ متحد کیوں نہیں ہوتی ؟ .... مولانا فضل محمد یوسف زئی ۵۶

دارالعلوم کے شب و روز .... جناب شفیق الدین فاروقی ۶۱

تبصرہ کتب .... م ۔ ا ۔ ف ۶۲

Computer Operator : BABAR HANIF

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان ۔ فون نمبر : 630435 , 630340 -(0923)
ای میل نمبر: E-Mail : haqqania@nsr.pol.com.pk Or haqqania@hotmail.com

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ =/20 روپے سالانہ =/200 روپے، بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر

پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظر عام پریس پشاور

نقش آغاز　　راشد الحق سمیع حقانی

فتاویٰ حقانیہ کی اشاعت

فتاویٰ کی دنیا میں ایک عظیم علمی اضافہ

الحمدللہ عالم اسلام کی ممتاز و شہرہ آفاق دینی خدمات کی حامل اور بین الاقوامی شہرت یافتہ عظیم علمی اور تاریخی درسگاہ دارالعلوم حقانیہ علمی اور دینی حلقوں کیلئے ایک نہایت ہی مبارک اور اہم علمی و تاریخی دستاویز ''فتاویٰ حقانیہ'' (چھ جلدوں پر مبنی) کی صورت میں پیش کر رہا ہے۔ ''فتاوی حقانیہ'' چند سالوں یا مہینوں کی محنت شاقہ کا ثمر نہیں اور نہ ہی کسی ایک مفتی اور عالم دین کے علمی و تحقیقی جدوجہد کا حاصل ہے بلکہ یہ نصف صدی سے زائد عرصہ پر محیط اور کئی ایک ممتاز و منجھے ہوئے ماہر مفتیان کرام اور علمائے عظام کی شبانہ روز تحقیق و جستجو کا عطر اور علم و معرفت کا نچوڑ ہے اور نہ ہی یہ فتاویٰ چند روایتی مسائل و استفسارات کے جوابات کا مجموعہ ہے بلکہ اس میں شریعت مطہرہ اور دین و دنیا سے وابستہ استفسارات کے تمام پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے اور زندگی کے ہر اہم شعبے کے مسائل کے متعلق تفصیلی جوابات اس میں موجود ہیں۔

اعتقادیات' ایمانیات' عبادات' معاملات' معاشرات اور سیاسیات سے لے کر عصر حاضر کے اہم مسائل جیسے جدید معاشیات' اسلامی بینکاری' کلوننگ' ٹیسٹ ٹیوب بے بی' کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے ذریعے لین دین جیسے تازہ اور جدید اہم ترین حل طلب پہلوؤں کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔

الحمدللہ دارالعلوم حقانیہ کو ابتدائی تاسیس سے لے کر آج تک ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے جس کی وجہ سے ملک و بیرون ملک سے استفسارات اور مسائل کے حل کی رہنمائی کے بارے میں وقتاً فوقتاً دریافت کیا جاتا ہے۔ ہزاروں صفحات پر مشتمل یہ فتاوٰی دراصل اس بات کی واضح دلیل اور بین ثبوت ہے کہ دارالعلوم کو خداوند نے کس قدر مرجعیت و مرکزیت سے نوازا ہے اور دارالعلوم پر عوام و خواص کا کس قدر بھرپور اعتماد ہے۔ ہم ان ادارتی صفحات میں ''فتاوی حقانیہ'' کی اہمیت' پس منظر اور اس کی اشاعت کی ضرورت کے متعلق حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مہتمم دارالعلوم حقانیہ کا وقیع اور جامع پیش لفظ نذر قارئین کر رہے ہیں جو انہوں نے فتاوی کے ابتدائیہ کے طور پر لکھا ہے۔

''الحمد لحضرة الجلالة و الصلوة و السلام على خاتم الرسالة بحمد اللہ عزوجل دارالعلوم حقانیہ کے وقیع علمی مقام' قبولیت خداوندی کی بنا پر اس کے دارالافتاء کو بھی ملک و بیرون ملک علمی' تحقیقی اور عدالتی حلقوں میں سند اعتماد اور عوام میں مقبولیت حاصل ہے' دارالعلوم کے سنہ تاسیس ۱۹۴۷ء ہی سے مسلمانوں کو پیش

آنے والے علمی، دینی اور دنیاوی مسائل میں دارالعلوم کا دارالافتاء مرجع خلائق بنا، دارالعلوم کے بانی اور مہتمم اول سیدی و والدی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق قدس سرہ خود ان فتاویٰ کو نہایت غور سے دیکھتے، ان میں کمی بیشی کراتے اور پھر بڑے اہتمام سے ان تحقیقی جواہر پاروں کو رجسٹروں میں نقل اور محفوظ کراتے رہے۔ نصف صدی سے زائد عرصہ پر محیط یہ فتاویٰ دارالعلوم کے رجسٹروں میں محفوظ ہیں۔ عرصہ سے علمی حلقوں اور عامۃ المسلمین کی تمنا اور خود ناچیز کی شدید خواہش تھی کہ یہ انمول خزانہ رجسٹروں سے نکال کر افادہ واستفادۂ امت کا ذریعہ بنے اور یہ فقہ وفتاویٰ کی دنیا میں ایک وقیع اضافہ ثابت ہو مگر دارالعلوم کے محدود وسائل، مختلف ظروف واحوال اور ناچیز کے گوناں گوں متنوع مشاغل (جبکہ میں اس مشکل اور نازک کام کو اپنی نگرانی میں کروارہا تھا) کی وجہ سے یہ آرزو جلد شرمندہ تکمیل نہ ہوسکی مگر بالآخر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ عظیم اور وسیع ذخیرہ ترتیب وتدوین، انتخاب وتحقیق، تخریج وتنقیح کے دشوار گزار مراحل سے گزر کر فتاویٰ حقانیہ کی شکل میں ظہور پذیر ہورہا ہے۔ جو بلاشبہ وقت کا ایک عظیم فقہی اضافہ اور کارنامہ ہے جو رہتی دنیا تک تشنگانِ علم و دین اور متلاشیانِ حق وصداقت کی راہنمائی کا ذریعہ بنتا رہے گا انشاء اللہ العزیز۔ یہ سب محض توفیق خداوندی اور فضلِ ایزدی کا نتیجہ ہے۔

علماً کا مقام وراثتِ نبوت ہے، ان کی تمام ذمہ داریوں اور فرائض تعلیم وتعلم، تدریس وتصنیف، دعوت وتبلیغ کے لئے بے پناہ صلاحیت واستعداد، اساتذۂ فن کی صحبت وتربیت، طلب علم کی راہ میں جانکاہی وجگر سوزی، تقویٰ وتدین ربط واستناد کی ضرورت ہے جس کے بغیر یہ فریضہ وراثت ادا نہیں ہوسکتا۔ مگر ان تمام ذمہ داریوں میں پل صراط پر چلنے جیسی نازک ذمہ داری قضاء وافتاء کی ہے جس کی شرائط وصفات اتنی ہی نازک، حساس اور عمیق ہیں۔ صرف ذکاوت و ذہانت اور وسعت مطالعہ نہیں بلکہ علماً راسخین کا رسوخ، تبحر علمی، کتاب وسنت کے وسیع متنوع قدیم وجدید ذخیروں پر عبور، تغیرات وتبدلاتِ زمانہ سے باخبری اور ہر لمحہ پیدا ہونے والے تہذیبی، معاشرتی اور سماجی وعرفی حالات اور عہدِ جدید کے پیدا کردہ مسائل اور چیلنجوں سے واقفیت پھر سائل اور مستفتی کے سوال اور ماخذِ شریعت کے نصوص کی تہ تک پہنچنے کی صلاحیت لازمی ہے جسے فقہ کی ایک تعریف میں " فهم غرض المتكلم" سے تعبیر کیا گیا ہے اور حدیث میں جسے ''خیر'' کا ایک عظیم سرمایہ قرار دیا گیا۔ من یرد الله به خیراً یفقهه فی الدین (الحدیث) یہ سارے امور مفتی اور قاضی کے منصب کے تقاضوں کو بہت ہی نازک بنا دیتے ہیں۔ الحمدللہ کہ دارالعلوم کو روزِ اول سے حق تعالیٰ نے ان صفاتِ فضل وکمال سے مزین اور متصف مدرسین ومفتیان عطا فرمائے جن کے نبوغ ورسوخ تقویٰ و تدین پر پورا اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ اور اس مجموعہ فتاویٰ میں ایسے درجنوں علماً راسخین اور مفتیان کرام کی محنت اور جگر سوزی شامل ہے اللہ تعالیٰ ان سب کو اعلیٰ علیین میں علماً راسخین وفقہاً امت کے زمرہ میں جگہ عطا فرمائے۔ کتاب کے آغاز میں فقہ وفتاویٰ سے متعلق ضروری مباحث، ماخذ فقہ، ائمہ اربعہ کے مذاہب، فقہ واجتہاد پر بھی ایک مقالہ میں روشنی ڈالی گئی

ہے تا کہ اس سے عام قاری بھی استفادہ کر سکے، مفتین کرام کے مختصر حالات بھی دئے گئے ہیں ۔عربی عبارات اور حوالوں کی تصحیح، اصل ماخذ محولہ سے تطبیق پھر تائید مزید کیلئے اضافی حوالوں کی تعبیر جلد وصفحات کے اضافہ کی بھی کوشش کی گئی ہے۔ان مفتیان کرام کی اکثریت وہ ہے جن کی مادی زبان اردو نہیں تھی، ان کے تحریر کردہ جوابات میں اردو کے محاورہ گرائمر، سلاست اور تذکیر و تانیث کی پاسداری نہیں کی جاسکتی جبکہ فتویٰ کا اصل مقصد بھی حکم اور مسئلہ بیان کرنا ہوتا ہے نہ کہ مضمون نویسی اور لفظی فصاحت و بلاغت کا اظہار، تاہم حتی الوسع فتاویٰ کے مرتبین اور اکثر مجھ ناچیز نے بھی اردو عبارات کی تصحیح اور غلطیوں کے تدارک کی سعی کی ہے اسکے باوجود عبارات کی اصلاح کی بڑی گنجائش ہے اور اگر قارئین اسکی لفظی و معنوی اغلاط اور خامیوں کی نشاندہی فرماسکیں تو آئندہ اس کا ازالہ ہوتا رہے گا' انشاء اللہ ۔ یہ فتاویٰ دارالعلوم کے برگزیدہ اساتذہ و مفتیان کی علمی کاوشوں کا تو ثمرہ ہے ہی مگر درجہ تخصص فی الفقہ والافتاء کے درجنوں تلامذہ و فضلاء ان کے مایہ ناز اساتذہ اور مشرفین کی عرق ریزی پھر تدوین و تحقیق میں کئی رجال کار شامل ہیں جن کا ذکر مقدمات کتاب میں آرہا ہے اور پھر عزیز مکرم مولانا مفتی مختار اللہ حقانی جنہوں نے پچھلے کئی سال اس کٹھن کام میں صرف کئے۔

الغرض کتابت و اشاعت کے مراحل اور تصحیح تک نصف صدی سے زائد عرصہ پر محیط یہ عظیم شاہکار ان تمام حضرات اور ایک بڑی ٹیم کی مشترکہ محنتوں سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو رہا ہے ۔اللہ تعالیٰ ان سب کی اس سعی کو قبولیت سے نواز ے اور امت کی تعلیم وارشاد کا ذریعہ اور ہم سب کے لئے صدقہ جاریہ بنادے۔ امین "

طالبان اور القاعدہ کی امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے خلاف نئی کامیاب گوریلا جنگ

توقعات اور عسکری ماہرین کے تجزیوں اور تبصروں کے عین مطابق الحمدللہ افغانستان میں امریکہ کے خلاف جاری مزاحمتی جدوجہد میں گزشتہ کئی ہفتوں سے انقلابی تبدیلی اور کامیاب تیزی آ گئی ہے ۔خصوصاً ولایت پکتیا اور خوست وگردیز میں تو مجاہدین نے امریکی فوجیوں کی وہ درگت بنائی گئی ہے کہ انہیں چھٹی کا دودھ یاد آ گیا ہے اور امریکن فوجیں اب وہاں سے حیلے بہانوں سے راہ فرار اختیار کر رہی ہیں ۔مصدقہ اطلاعات کے مطابق اب تک کی کاروائیوں میں چار سو سے زائد امریکی جہنم رسید ہو چکے ہیں اور درجنوں زندہ گرفتار بھی کئے جاچکے ہیں۔اس کے علاوہ قندہار، کابل اور دیگر کئی مقامات پر بھی مجاہدین نے کامیاب حملے کئے ہیں اس نئی صورتحال سے امریکہ اور اس کے اتحادی افواج گومگو کی کیفیت میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ پھر اسی طرح دنیا بھر میں جابجا امریکی مفادات کے حامل مقامات پر بھی حملے ہو رہے ہیں جو کہ امریکہ کے لئے ایک واضح تنبیہ ہے کہ دوسری مظلوم قوموں سے زندگی کا حق چھیننا اور ان پر اپنی مرضی کے فیصلے مسلط کرنا اس کو بہت مہنگا پڑے گا۔ امریکی افواج کے بڑھتے ہوئے ظلم اور اثر ورسوخ کے خلاف پورے

افغانستان میں ایک نئی لہر اٹھ رہی ہے اور خود شمالی اتحاد کے بعض کمانڈر اور بعض دوسرے گروہ بھی امریکیوں کے خلاف کھلم کھلا اظہار نفرت کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ افغانستان میں ترقی وتعمیر کا خوشنما سبز باغ بھی ابھی تک عملی طور پر نظر نہیں آ رہا اور وہاں کی بگڑتی ہوئی سیاسی صورتحال اور کٹھ پتلی انتظامیہ کی ناکامیوں کے باعث مستقبل قریب میں بھی ترقی وتعمیر کے کوئی بھی امکان دکھائی نہیں دے رہا۔ اسی طرح حکومت بھی شدید داخلی انتشار کا شکار ہے اور پھر حامد کرزئی کی ذاتی حیثیت تو کابل شہر کے ایک میئر سے بھی کمتر ہے اور حقیقت میں اسے شمالی اتحاد نے یرغمال بنایا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف متحارب دھڑے بھی آپس میں مشت وگریبان ہیں جس کی خبریں میڈیا اور ذرائع ابلاغ پر تسلسل سے آ رہی ہیں اور بحمدللہ تحریک طالبان کے قائد ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ نے بھی اپنی موجودگی کا بھرپور انداز میں احساس دلا دیا ہے۔ جس سے قندہار کی انتظامیہ' عبوری حکومت اور خصوصاً امریکہ پر لرزہ طاری ہو گیا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ افغانستان میں بڑھتی ہوئی بدامنی' لوٹ مار' رہزنی' ڈکیتی' طوائف الملوکی اور انتشار وافتراق سے بھی لوگ تنگ آ گئے ہیں اور وہ دوبارہ طالبان طالبان پکارنے شروع ہو گئے ہیں کیونکہ طالبان کے دور میں افغانستان میں مثالی امن قائم تھا اور یہی امن وسلامتی اور اسلامی ریاست امریکہ اور عالم کفر کی نگاہوں میں کھٹکتی تھی جس کیلئے امریکہ اور اسکے اتحادیوں نے یہ سارا ڈرامہ رچایا اور آج افغانستان میں پھر جنگل کا قانون نافذ ہے۔ طالبان اور القاعدہ کی یہ بھرپور واپسی ایک نئی صبح کی نوید اور ایک خوش آئند تبدیلی ہے۔ امت مسلمہ کی ہمدردیاں اور دعائیں ان سرفروشوں کے ساتھ ہیں۔

اسرائیلی مظالم اور فلسطینی مجاہدوں کی مثالی سرفروشانہ کاروائیاں

سرزمین فلسطین پر اسرائیلی ظالم حکومت اور وہاں کے معصوم ومظلوم فلسطینی دونوں ہی اپنی اپنی ایک انوکھی تاریخ رقم کر رہے ہیں۔ اسرائیل نے تو ظلم وستم کے تمام ہنر مظلوم فلسطینیوں پر آزما لئے ہیں۔ لیکن الحمدللہ ان فلسطینیوں کی جاری تحریک آزادی کو وہ دبا نہ سکا اور جواب میں فلسطینی عوام نے اپنی جانوں پر کھیل کر اسرائیل کا ناطقہ بند کر دیا ہے اور آئے روز اسرائیل کو خودکش حملوں کے نتیجے میں لاشوں اور زخمیوں کے تحفے مل رہے ہیں اور اسرائیلی عوام وانتظامیہ اس صورتحال سے انتہائی سراسیمہ ہے اور وہ اب اپنی حکومت پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ اب مزید فلسطینیوں پر مظالم کا سلسلہ بند ہونا چاہیے۔

اس سے ایک بار پھر جہاد کی اہمیت اور فضیلت ثابت ہو گئی ہے کہ مذاکرات ایسے مسائل کا حل نہیں' کیونکہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے اور اگر یاسر عرفات مصلحت کوشی اختیار نہ کرتے تو اب تک اس جہاد کے ذریعے فلسطین آزاد ہو چکا ہوتا۔ انشاء اللہ ہمیں پورا یقین ہے کہ ان عظیم مجاہدوں کے یہ کارنامے اور خون کے نذرانے ضرور رنگ لائیں گے اور آزادی کا سورج بہت جلد القدس کے گنبد پر طلوع ہوگا۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوہ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمہ توحید سے

مولانا شہاب الدین ندوی *

قرآن عظیم ایک سدا بہار معجزہ

اور اس کے رہنما دلائل سارے جہاں کے لئے باعث ہدایت
اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے اہل اسلام کی ذمہ داریاں

روئے زمین پر ایسی کوئی کتاب موجود نہیں ہے جو مرور ایام کے باعث از کار رفتہ نہ ہو چکی ہو اور اس کے مباحث فرسودہ قرار نہ پا چکے ہوں۔ خاص کر علوم وفنون اور مختلف فلسفوں کی کتابیں آؤٹ آف ڈیٹ ہوتی جا رہی ہیں کیونکہ نئے علوم اور نئے نئے اکتشافات کی بدولت قدیم نظریات اور قدیم فلسفے مہمل اور کہن سالہ قرار پا رہے ہیں۔ آج ایک نظریہ قائم ہوتا ہے تو کل وہ ٹوٹتا نظر آتا ہے۔ کسی بھی نظریئے اور فلسفے کو ثبات وقرار حاصل نہیں ہے۔ لیکن اس باب میں صرف ایک ہی کتاب کا استثناء ہے جو دنیا کے پورے لٹریچر میں اپنی نوعیت کی اولین اور نرالی کتاب ہے اور وہ ہے دین اسلام کا صحیفہ قرآن عظیم، جس کی ایک سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ نئے نئے اکتشافات کے باعث اس کے مضامین ومباحث فرسودہ یا آؤٹ آف ڈیٹ ہونے کے بجائے بالکل تر وتازہ اور اپ ٹو ڈیٹ دکھائی دیتے ہیں۔ اور اس کے معانی ومطالب نکھر نکھر کر سامنے آتے ہیں۔ اور اس کے نتیجے میں اس کا اسرار وحقائق کے نئے نئے جلوؤں کا مشاہدہ ہوتا ہے جو نوع انسانی کے لئے باعث ہدایت ہوتے ہیں اس اعتبار سے یہ کتاب ہدایت سدا بہار اور لازوال ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ نرالی خصوصیت کسی انسانی کلام میں نہیں پائی جاتی۔ لہٰذا ثابت ہوتا ہے کہ قرآن عظیم کسی انسانی دماغ کی اختراع نہیں ہے۔

قرآن حکیم میں کائنات اور نظام کائنات کے بارے میں بے شمار حقائق مذکور ہیں، جن کی حقیقت سے سابقہ ادوار کے لوگ واقف نہیں تھے۔ لیکن آج علمی ترقی کی بدولت ان کا مفہوم واضح ہوتا جا رہا ہے اور اس کلام حکمت کی صداقت وسچائی پر نئی روشنی پڑ رہی ہے اور اس کی حقانیت کے نئے نئے پہلو سامنے آ رہے ہیں۔ چنانچہ اس کتاب حکمت کے نازل کرنے والے نے روز اول ہی میں یہ اعلان کر دیا تھا کہ اس میں دو قسم کی آیات (محکمات ومتشابہات) موجود ہیں۔ محکمات سے مراد معنی کے لحاظ سے واضح اور متشابہات سے مراد غیر واضح آیات ہیں جن کا صحیح مفہوم زیادہ تر مستقبل کے علوم ومعارف کی روشنی میں واضح ہونے والا ہو۔ اس سے جہاں ایک طرف ایک ہمہ دان ہستی کا وجود ثابت ہوتا ہے وعلام الغیوب ہے تو دوسری طرف قرآن حکیم کی صداقت وسچائی کا ایک نیا روپ سامنے آتا ہے کہ یہ کلام حکمت ایسے

---

* ناظم فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ بنگلور۔ ۲۹

غیبی حقائق پر مشتمل ہے جن کا علم سابقہ ادوار کے لوگوں کو نہیں تھا اس لحاظ سے کتاب الٰہی موجودہ دور کے لئے ایک معجزہ ہونے کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور اس بے مثال مظہر ربوبیت کی بنا پر آج عصر جدید کے لئے کلام الٰہی کی صداقت کا ایک سائنٹفک ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ وہ کسی انسان کا ساختہ پرداختہ نہیں ہوسکتا ورنہ اس میں نئے نئے مسائل کا تذکرہ نہ ملتا اور وہ لازوال سچائیوں سے مملو دکھائی نہ دیتا۔

فطرت وشریعت یا قرآن اور کائنات میں متعدد حیثیتوں سے مشابہت ومطابقت پائی جاتی ہے۔ یہ کائنات چونکہ باری تعالیٰ کی صفت تکوین کی مظہر ہے اس لئے اس میں خلاق عالم نے اپنے وجود اپنی وحدت ویکتائی، اپنی قدرت وخلاقیت اور اپنی ربوبیت والوہیت کی نشانیاں تمام مظاہر فطرت اور ان کے نظاموں میں رکھ چھوڑی ہیں، جو ان کے تحقیقی مطالعے کے باعث منظر عام پر آتی ہیں۔ مظاہر فطرت کے ان نظاموں کے اصول وضوابط اور ان کے رموز واسرار باری تعالیٰ نے اپنی کتاب حکمت میں انتہائی ''اختصار'' کے ساتھ درج کردیئے ہیں۔ اور یہ رموز واسرار مظاہر فطرت کی تحقیق و تفتیش کے باعث کھل کر سامنے آتے ہیں اور اس کا اصول وضوابط کی قدر وقیمت علمی وسائنسی نقطۂ نظر سے واضح ہوجاتی ہے جس کے باعث قرآن عظیم ہر دور کے لئے بالکل تروتازہ اور اپ ٹو ڈیٹ دکھائی دینے لگتا ہے۔

اس اعتبار سے فطرت وشریعت ایک دوسرے کی تفسیر کرتے نظر آتے ہیں۔ یعنی جو کتاب میں ہے اس کی شرح وتفسیر کائنات میں ہے۔ اور جو کچھ کائنات میں ہے اس کا اصول وضوابط کتاب اللہ میں مرقوم ہیں اور ان دونوں میں ایک سرمو بھی تعارض وتضاد نہیں ہے۔ اس حیرت انگیز مظہر ربوبیت کے ملاحظے سے واضح ہوتا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی سرچشمے صادر شدہ ہیں۔ یعنی جس ہستی نے اس کائنات کی تخلیق کی ہے اسی نے یہ کلام برتر بھی نازل کیا ہے اس کا دوسرا نتیجہ یہ ہے کہ یہ کائنات نہ تو بخت واتفاق کے تحت یا بغیر کسی خالق کے خود بخود وجود میں آئی ہے اور نہ یہ کلام کسی انسان کا گھڑا ہوا ہے۔ اور اس کا تیسرا نتیجہ ہے کہ اس سے خدائی حکمت ومنصوبہ بندی بھی پوری طرح بے نقاب ہوجاتی ہے کہ قرآن اور کائنات کی تطبیق وہمنوائی سے وہ سارے حقائق اسی طرح ظاہر ہورہے ہیں جس طرح کہ نقاش فطرت نے ان کا منصوبہ بنایا تھا۔

غرض قرآن اور کائنات دونوں اپنی جگہ پر ایک زبردست معجزہ ہونے کی حیثیت رکھتے ہیں، ایک تخلیقی معجزہ ہونے کی حیثیت رکھتے ہیں، ایک تخلیقی معجزہ ہے تو دوسرا علمی یا کتابی معجزہ اور یہ دونوں متعدد اعتبارات سے ایک دوسرے سے مطابقت ومشابہت رکھنے والے ہیں جو نوع انسانی کو قائل کرانے کے لئے بہت کافی ہیں۔

اس سلسلے میں قرآن عظیم نے دلیل واستدلال کا جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ حد درجہ انوکھا اور نرالا ہے اور یہ طرز بیان ہر دور کے علوم ومعارف کو بنیاد بنا کر کیا گیا ہے، جن کے ملاحظے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عقلی یا فلسفیانہ نقطہ نظر سے تمام ادوار کی مشترکہ ذہنیت اور اس کے بنیادی عناصر کو پیش نظر رکھتے ہوئے کلام کیا جارہا ہے جو ہر قسم کے منکرین و معاندین پر صادق آسکتا ہے۔ یہی وجہ کہ اس کے علمی وعقلی دلائل کبھی فرسودہ نہیں ہوسکتے۔ بلکہ ان کی تازگی ہمیشہ برقرار

رہتی ہے اور یہ دلائل و براہین جدید سے جدید تر تحقیقات و اکتشافات کے باعث حیرت انگیز طور پر اور زیادہ معنی خیز نظر آتے ہیں اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ عقلی و منطقی اعتبار سے جتنے بھی دلائل ہو سکتے ہیں اُن سب کا احاطہ کرلیا گیا ہے اور منکرین حق کے شکوک و شبہات اور ان کے اعتراضات کا معقول و مدلل جواب دیا گیا ہے نیز مختلف علوم و فنون میں موجود نئے نئے دلائل و براہین کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی ہے جن کی چھان بین سے علمی دلائل کا ایک لامتناہی سلسلہ سامنے آتا ہے۔ اس لحاظ سے قرآن، سائنس اور فلسفے کی کتاب نہ ہونے کے باوجود سائنس اور فلسفے کے مسائل سے بھری ہوئی دکھائی دیتی ہے جو اس کا ایک محیر العقول روپ ہے اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ نئے نئے مسائل کا تذکرہ اور ان پر کلام سائنس اور فلسفے کے مباحث چھیڑے بغیر ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ کتاب اللہ کی جامعیت و کاملیت کا ایک بے مثال جلوہ ہے، جس کا نظارہ چشم فلک نے اب تک نہیں کیا تھا۔ یہی اس کتاب کا سب سے بڑا معجزہ ہے جو عصر جدید میں اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہے اس لحاظ سے قرآن عظیم جس طرح شرعی مسائل و مباحث کے لحاظ سے ایک جامع اور کامل صحیفہ ہے اسی طرح وہ اپنے نوع بنوع دلائل و براہین کے لحاظ سے بھی ایک جامع اور کامل ترین کتاب ہے۔

غرض قرآن عظیم کے دلائل و براہین کی انتہا نہیں ہے، جو عالم انسانی کو راہ راست پر لانے کی غرض سے مذکور ہیں۔ یہی اس صحیفہ ربانی کی اصل ہدایت و رہنمائی ہے جو اس کے بنیادی وصف کے عین مطابق ہے چونکہ خلاق ازل نوع انسانی کی گمراہی کو پسند نہیں کرتا اس لئے اسے گمراہی کے غار سے باہر نکالنے کی غرض سے اس نے ''آیات'' اور ''بینات'' یعنی دلائل ربوبیت کا ایک وسیع نظام قائم کردیا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں بے شمار مقامات میں اسلوب بدل بدل کر اور مختلف پیراہوں میں نظام فطرت میں موجود ان آیات و بینات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور مختلف طریقوں سے نوع انسانی کو ان کا کھوج لگانے پر ابھارا گیا ہے اور اس سلسلے میں غور و فکر اور تعقل و تفکر پر زور دیا گیا ہے۔ چونکہ عقلی و علمی نقطہ نظر سے اس کائنات میں شرک، مظاہر پرستی اور الحاد و مادیت کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ اس لئے یہ دلائل و براہین لامحالہ طور پر خدا کے وجود اور اس کی وحدانیت پر دلالت کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے اس کائنات مادی کا ایک ایک ذرہ اس کی ڈالی ڈالی اور بوٹا بوٹا خدائے خلاق کی خلاقیت و ربوبیت کا گواہ ہے۔ چنانچہ مادہ پرستانہ نقطہ نظر سے ان مظاہر کے ''انوکھے پن'' اور ان کے حیران کن نظاموں کی کوئی معقول تشریح و توجیہہ نہیں کی جاسکتی۔ بلکہ دنیائے سائنس ربوبیت کی اس انوکھی کاریگری اور صناعی کو سمجھنے تک سے قاصر ہے، چاہے اس کا تعلق طبیعیات کی دنیا سے ہو یا عالم حیاتیات سے متعلق۔ حالانکہ اس نے عالم مادیات کے ہفت خواں سر کرلئے ہیں اور چاند ستاروں کی تسخیر تک کرلی ہے۔ چنانچہ آپ اس کائنات کا کونہ کونہ چھان ماریئے اور ایک ایک مظہر فطرت کا تفصیلی جائزہ لیجئے، حیوانات، و نباتات کا مطالعہ کیجئے یا جمادات و سماوات کا مشاہدہ فرمایئے۔ ہر جگہ آپ کو ربوبیت کی تحیر خیز کاریگری اور بصیرت افروز نظارے ملیں گے اور آپ خدائے خلاق کی گلکاریوں سے عش عش کر اٹھیں گے۔ ہر جگہ حسن کاری، توازن، موزونیت اور رکھ

رکھاؤ کا عجیب وغریب نظام دکھائی دے گا اوران گوناگوں مظاہراوران کی رنگارنگیوں کے باوجود ہر جگہ نظم وضبط اور تنظیم کی کارفرمائی نظر آئے گی۔ ظاہر ہے کہ ایسا منظم اور بے داغ نظام جس میں کہیں بھی رخنہ وشگاف نہ ہو بغیر کسی خالق و ناظم کے وجود میں نہ آ سکتا ہے۔

بہرحال قرآن عظیم کے پرشکوہ اور مضبوط ترین دلائل کی حقیقت و صداقت موجودہ سائنسی تحقیقات و اکتشافات کے دور میں کھل کر سامنے آ گئی ہے اور آیات الٰہی اور بینات ربانی کے نئے نئے روپ جلوہ گر ہو کر آنکھوں کو خیرہ کئے جارہے ہیں جو مختلف علوم ومسائل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس اعتبار سے قرآنی اسرار وعجائب کی انتہا نہیں ہے جو عالم انسانی کو مبہوت وششدر کرنے کے لئے کافی ہیں۔ چونکہ قرآن عظیم اپنے معقول اور طاقتور دلائل وبراہین کے لحاظ سے ایک معجزہ ہے اس لئے اسے پوری نوع انسانی کے لئے ''ہدایت نامہ'' قرار دیا گیا ہے' جیسا کہ ارشاد باری ہے:

شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن ھدی للناس وبینات من الھدی والفرقان (بقرہ:۱۸۵)

ترجمہ: رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے وہ تمام لوگوں کے لئے ہدایت ہے وہ ہدایت کے واضح دلائل پر مشتمل اور فرقان (حق وباطل میں فرق وامتیاز کرنے والی کسوٹی) بھی ہے۔

اس آیت کریمہ میں صاف صاف طریقے سے بتایا جارہا ہے کہ ہدایت سے مراد واضح نشانیاں یا دلائل ربوبیت ہیں جو ہدایت کا راستہ کھولتے اور دل کے دروازوں پر دستک دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ فرقان بھی ہے یعنی حق و باطل میں فرق کرنے والی کسوٹی جو کھرے اور کھوٹے افکار ونظریات کو پرکھتی اور انہیں الگ الگ کر دیتی ہے۔ اس لحاظ سے اس کی کسوٹی میں ہر قسم کے افکار ونظریات کی جانچ پڑتال کی جاسکتی ہے خواہ وہ دور قدیم سے متعلق ہوں یا دور جدید سے' اس لئے وہ سارے جہاں کے لئے ہدایت نامہ ہے اور وہ اپنے دلائل وبراہین کی قوت کی بنا پر عالم انسانی کو روشنی کی کرن دکھاتا ہے۔

قرآن عظیم کی اصل ہدایت ورہنمائی یہی ہے کہ وہ سارے جہاں کے لئے ہدایت نامہ اور ایک واضح بیان ہے اور اس کی دعوت عام ہے۔ جس کسی کو ہدایت یافتہ بننا ہو وہ اس چشمہ ہدایت کی طرف آ سکتا ہے۔

ھوالذی ینزل علی عبدہ آیات بینات لیخر جکم من الظلمات الی النور وان اللہ بکم لرء و ف رحیم (حدید۔۹)

ترجمہ: وہی ہے جو اپنے بندے پر کھلے کھلے دلائل نازل کر رہا ہے تاکہ وہ تم کو تاریکیوں سے نکال کر (ہدایت کی) روشنی کی طرف لے آئے' کیونکہ اللہ تم پر بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

لقد انزلنا آیات مبینات واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم (نور:۴۶)

ترجمہ: یقیناً ہم نے واضح ترین دلائل اتار دیئے ہیں اور اللہ جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اسی کو ہدایت سے سرفراز کرتا ہے جو ہدایت کا طالب ہو۔ چنانچہ وہ کسی کو زبردستی ہدایت

نہیں دیتا۔ کیونکہ دلائل و استدلال کا مطلب ہی یہ ہے کہ ہر شخص دلائل کی قوت کی بنا پر کسی چیز کے حق یا ناحق ہونے کا خود فیصلہ کرے اور اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہے۔ جیسا کہ ایک دوسرے موقع پر فرمان الٰہی ہے:

وکذلك انزلنا آیات بینات ٘ وان الله یهدی من یرید (حج:۱۶)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو کھلے کھلے دلائل سے مزین کر کے اتارا ہے اور اللہ اسی کو ہدایت دیتا ہے جو (ہدایت کا) ارادہ کرے۔

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن عظیم اپنے ان کھلے ہوئے اور واضح دلائل و براہین کی وجہ سے پورے عالم انسانی کے لئے نامہ ہدایت ہے۔ مگر اہل اسلام نے ہدایت کا ایک محدود مفہوم مراد لے کر اس کے اس وسیع مفہوم کو پوری طرح نظر انداز کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کو سخت نقصان سے دوچار ہونا پڑا ہے اور اس منفی رویہ کی وجہ سے نوع انسانی کو قرآنی سرچشمہ ہدایت کی طرف لانے کے تمام تقاضے پس پشت چلے گئے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ نوع انسانی کی گمراہیوں میں روزافزوں اضافہ ہو رہا ہے۔

بے شک قرآن اہل ایمان کے لئے بھی از روئے ''ھدی للمتقین'' ہدایت نامہ ضرور ہے۔ مگر ہدایت صرف اہل ایمان ہی کے لئے مخصوص ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ قرآن پورے عالم انسانی کے لئے عموماً اور اہل الام کے لئے خصوصاً ہدایت نامہ ہو سکتا ہے مگر اس کے اہل اسلام کے لئے ہدایت نامہ ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ محض شرعی مسائل کی تفصیل و تفہیم کے لحاظ سے ہی نامہ ہدایت ہے' بلکہ اس میں بھی ہدایت کا ایک وسیع تصور مقصود ہے۔ چنانچہ قرآنی نقطہ نظر سے اس کی اصل ہدایت یہ ہے کہ وہ ہر چیز اور ہر نظریہ کے بارے میں صحیح تصور عطا کرتا ہے' چاہے وہ نظام شریعت سے متعلق ہو یا نظام فطرت سے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں متعدد مواقع پر جہاں اہل اسلام کے لئے نامہ ہدایت ہونے کی بات کہی گئی ہے وہ ایک وسیع پس منظر میں ہے۔ بطور مثال چند آیات ملاحظہ ہوں:

ونزلنا علیك الکتاب تبیانا لکل شئی وھدی ورحمة وبشری للمسلمین (نحل:۸۹)

ترجمہ: ہم نے آپ پر وہ کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کی خوب وضاحت کرتی ہے۔ اور (اس بنا پر) وہ اہل اسلام کے لئے ہدایت' رحمت اور خوشخبری ہے۔

وما انزلنا الیك الکتاب الا لتبین لهم الذی اختلفوا فیه ٘ وھدی ورحمة لقوم یومنون۔ (نحل:۶۴)

ترجمہ: یہ کتاب ہم نے آپ کے پاس اس لئے بھیجی ہے تاکہ آپ لوگوں کے باہمی اختلافات کو کھول کر بیان کر دیں۔ اور (اس بنا پر) وہ اہل ایمان کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔

یہ اور اس قسم کی دیگر آیات کے ذریعہ یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ قرآن حکیم کا اہل ایمان کے لئے ہدایت نامہ ہونے کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ ہر چیز یا فطرت و شریعت کے ہر مسئلے کی وضاحت کرنے والا'

لوگوں کے باہمی فکری نظریاتی اختلافات کو دور کرنے والا اور نوع انسانی کے دلی امراض کے لئے دوائے شافی عطا کرنے والا ہونے کی وجہ سے ہے۔ اس لحاظ سے چونکہ یہ صحیفہ حکمت نئے نئے مسائل میں صحیح رہنمائی کرنے والا اور ہر چیز کی وضاحت بخوبی کرنے والا ہے اس لئے وہ اہل اسلام کے لئے رحمت و بشارت کا باعث ہے۔ یعنی نئے نئے علوم و معارف کے ظہور کے بعد جب فکری دنیا میں انتشار برپا ہو جائے جس طرح کہ ۱۹۶۹ء میں چاند کی فتح کے بعد علمی دنیا میں عجیب طرح کی بدحواسی طاری ہوگئی تھی تو ایسے مواقع پر کتاب الٰہی اہل اسلام کی صحیح رہنمائی کرے تاکہ انکا ایمان میں کسی طرح کی لغزش پیدا نہ ہو جائے بلکہ ان کے پائے ثبات دین الٰہی پر مضبوطی کے ساتھ جمے رہیں۔ اسی وجہ سے نئے نئے مسائل میں اہل ایمان کی ہدایت ضروری ہے چنانچہ اس سلسلے میں ارشاد باری ہے:

قل نزله روح القدس من ربك بالحق ليثبت الذين امنوا وهدى وبشرى للمسلمين (نحل ۱۰۲)

ترجمہ: کہدو کہ اس کتاب کو روح القدس نے تمہارے رب کی جانب سے حقانیت کے ساتھ اتارا ہے تاکہ وہ اہل ایمان کے قدم جمائے رکھے۔ اور (اس لحاظ سے) وہ اہل اسلام کے لئے ہدایت و بشارت ہے۔

ظاہر ہے کہ اس قسم کے احکام و مسائل میں صحیح رہنمائی کرنا دین ابدی اور کتاب ابدی کی ہی خصوصیت ہو سکتی ہے جو مستقبل میں پیش آنے والے حالات و واقعات میں ہدایت و رہنمائی کا مکمل سامان اپنے اوراق کے اندر رکھتی ہو تاکہ اہل اسلام کبھی گمراہ نہ ہونے پائیں۔ اس بحث سے بخوبی واضح ہو گیا کہ ہدایت کا وہ محدود مفہوم ہرگز مراد نہیں ہے جو آج کل مسلمانوں کے ذہنوں میں پایا جاتا ہے کہ جب کبھی کوئی نئی بحث چھڑتی ہے تو وہ فوراً کہہ اٹھتے ہیں کہ قرآن علوم و مسائل کی کتاب نہیں ہے۔ بلکہ اس کا موضوع ہدایت ہے اور ہدایت سے مراد ان کے نزدیک محض چند شرعی مسائل ہیں اور بس۔ ذلك مبلغهم من العلم.

حاصل کلام یہ کہ قرآن عظیم سارے عالم انسانی کے لئے عموماً اور اہل اسلام کے لئے خصوصاً ہدایت نامہ ہے مگر اس کے ہادی و رہنما ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ محض چند شرعی و اخلاقی مسائل میں رہنمائی کرتا ہے بلکہ اس کی اصل رہنمائی اس کے وہ علمی و عقلی دلائل و براہین ہیں جو سارے جہاں کے لئے باعث ہدایت ہیں اور وہ اپنی حجیت کے لحاظ سے دلیل و استدلال کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔ چنانچہ نئے علوم و معارف کے ظہور کے بعد اس کے یہ دلائل اور زیادہ قطعی اور موثر طور پر عالم انسانی کو جھنجوڑنے اور ان کے اذہان کو صیقل کرنے والے ہوتے ہیں جو نئی نئی سمتوں میں پیش قدمی کرتے ہوئے ہر علم و فن کے اندر پوشیدہ "خدائی حجت" کو ڈھونڈ ھ نکالنے پر مجبور کرتے ہیں۔ اس لئے علوم و معارف کے سمندروں کو چھاننا ضروری ہے جس کے بغیر گوہر مراد حاصل نہیں ہو سکتا۔ آج علوم و فنون کی یہ کھیتی پک کر تیار ہوگئی ہے اور اب فصل کاٹنے کا وقت آ گیا ہے۔ مگر اس کے باوجود اہل اسلام ایک محدود تصور لئے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ باندھے بیٹھے ہیں تو اس میں قصور کس کا ہے؟ باری تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے کہ یہ کتاب عظیم سارے جہاں کو ڈرانے اور اسے متنبہ کرنے کی غرض سے نازل کی گئی ہے۔

تبارك الذی نزل الفرقان علی عبده لیکون للعالمین نذیراً (فرقان:۱)

ترجمہ: بڑا ہی بابرکت ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فرقان (حق و باطل میں تمیز کرنے والی کسوٹی) نازل کی تاکہ وہ سارے جہاں کو متنبہ کر سکے۔

یہ قرآن عظیم کی سب سے بڑی خصوصیت ہے کہ وہ ہر دور میں سارے جہاں کے لئے ''فرقان'' ہے جو اس کی اس عظیم صفت کی بنأ پر اس کا دوسرا نام قرار پاچکا ہے۔ اور اسی زبردست وصف کی بنأ پر وہ تاقیامت ہر دور کے لئے ایک معجزہ رہے گا۔ یعنی دلیل و استدلال کے میدان میں وہ باطل نظریات اور باطل فلسفوں کو پچھاڑتا رہے گا تاکہ خداوند قدوس کی دلیل ہمیشہ غالب رہے۔ اسی لئے فرمایا گیا ہے۔

وقل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا (بنی اسرائیل:۸۱)

کہہ دو کہ (دین) حق آ گیا اور باطل مٹ گیا' باطل کو تو لامحالہ مٹنا ہی تھا۔

لہٰذا آج دنیا کے ہر علم و فن میں گھس کر باطل افکار و نظریات اور باطل فلسفوں کو علمی و عقلی میدان میں شکست دینا وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے تاکہ اس کے نتیجے میں کلمہ الٰہی کا بول بالا ہو اور جب تک یہ عمل پورا نہ ہوا اسلام کی نشاۃ ثانیہ عمل میں نہیں آسکتی۔ موجودہ علوم و فنون کی ترقی کے باعث اس علمی معرکے کیلئے میدان ہموار ہو گیا ہے۔ لہٰذا آج مسلمانوں کو حق و باطل کی اس لڑائی کے لئے پوری طرح کمربستہ ہو جانا چاہیے۔ خاموشی ان کے لئے شرعاً حرام ہے کیونکہ آج مسلمانوں کے لئے زندگی اور موت کا سوال پیدا ہو گیا ہے۔ اگر وہ جسمانی جہاد کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں تو علمی جہاد تو کر سکتے ہیں لیکن ان دونوں قسم کے جہاد سے منہ موڑنے کا نتیجہ سوائے تباہی و بربادی کے اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ حیرت ہے کہ مسلمان ایسی زبردست خصوصیت والی کتاب کے حامل ہونے کا باوجود جو علمی اعتبار سے دنیا کو اٹھا اور بٹھا سکتی ہے۔ آخر کیسے اور کس بنأ پر غافل اور لاپرواہ ہیں؟ کیا ان کے لئے اس کتاب عظیم کی صحیح عظمت سے واقف ہونے اور اس پر عمل کرنے کا وقت ابھی نہیں آیا؟ واقعہ یہ ہے کہ آج قرآن عظیم کے علمی و عقلی دلائل پوری نوع انسانی کو چیلنج کر رہے ہیں اور دلیل و استدلال کے میدان میں اسے للکار رہے ہیں۔ اگر اہل اسلام قرآن حکیم کی رہنمائی میں اس کے ان دلائل کو مختلف علوم و فنون اور خاص کر جدید تحقیقات و اکتشافات کی روشنی میں مدون کر کے انہیں دعوتی انداز میں نوع انسانی کے سامنے پیش کریں تو اس سے اچھے نتائج نکلنے کی امید ہے تاکہ وہ قرآنی ہدایت سے راہ یاب ہو سکے۔ یہ دلائل چونکہ خود مادہ پرستوں کی تحقیقات و اکتشافات پر مبنی ہونے کی وجہ سے ان پر زیادہ بہتر طور پر اثر انداز ہو سکتے ہیں اور انہیں نظر انداز کرنا کسی کے لئے بھی آسان نہ ہوگا۔ ان دلائل کے سامنے آجانے کے بعد جس کو مرنا ہو وہ دلیل دیکھ کر مرجائے اور جسے زندہ رہنا ہو وہ دلیل دیکھ کر زندہ رہے۔ گویا کہ خدا کی حجت پوری ہو چکی ہے:

ليهلك من هلك عن بينة و يحيىٰ من حی عن بينة (انفال:۴۲) ترجمہ: تاکہ جس کو مرنا ہو وہ اتمام حجت کے بعد مرے اور جو زندہ رہے وہ اتمام حجت کے بعد زندہ رہے۔

(بقیہ صفحہ ۶۰ پر)

مقالہ خصوصی

حضرت مولانا نور عالم خلیل امینی *

(آخری قسط)

دہشت گردی کے خلاف جنگ کے بہانے، اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کا، جامع اور دور رس امریکی منصوبہ

واقعات، حقائق، اعداد و شمار

گڑھے ہوئے عربی نام اور عربوں اور مسلمانوں کے سر الزام دینے کی کارروائی

جیسا کہ عرض کیا گیا امریکی انتظامیہ نے بالقصد ہر سمت سے منہ موڑ "دہشت گردی" کے خلاف جنگ لڑنے کیلئے بے مثال ابلاغی اور "تحقیقی" مہم کا آغاز کیا۔ "دہشت گردی" کو اس نے اپنے تمام رویوں سے "اسلامی دہشت گردی" میں محدود کیا، گویا دہشت گردی صرف اسلامی ہوا کرتی ہے۔ امریکہ نے دشمنی، اور نفرت کی ایسی زبردست لہر پیدا کی جس نے امریکہ سے باہر تمام مغربی ملکوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور بالآخر اس کا سلسلہ سارے عالم میں دراز کرنے کی کوشش کی گئی اور اسلام اور مسلمانوں سے "دہشت گردی" کے نام سے قصاص لینے کا نعرہ لگایا گیا۔

امریکی حکام نے کچھ عربی نام گڑھے اور انھیں زبردستی مذکورہ ہوائی جہازوں پر "سوار" کردیا گیا اور یہ دعویٰ کیا گیا کہ انھی لوگوں نے امریکی عمارتوں سے طیاروں کو ٹکرادیا تھا، جس کی پلاننگ اسامہ بن لادن نے کی تھی، جو افغانستان کو اڈہ بنا کر اور طالبان کی مدد سے، اس طرح کے کھیل کھیلا کرتا ہے۔

ان عربی ناموں کے گڑھنے کا عمل اتنے تضادات پر مشتمل ہے کہ اس کی وجہ سے اس کی سچائی کا بھرم کافور ہوجاتا ہے اور ماہرین و تجزیہ کاروں کے نزدیک یہ ایک مضحکہ خیز ڈراما معلوم ہوتا ہے۔ جن لوگوں کا نام لیا گیا ان میں سے اکثر کے پاسپورٹ جعلی ثابت ہوچکے ہیں۔ ۱۹ اشخاص میں سے جن کا نام لیا گیا اور جنھیں برائے تحقیق گرفتار کیا گیا، ۷ افراد کی بے گناہی ثابت ہوچکی ہے، جب کہ دیگر چند افراد ہنوز اپنے ملکوں میں بقید حیات ہیں، طیاروں کے اپنے اہداف سے ٹکرانے کے وقت مرجانے والوں کے ساتھ وہ مرے نہیں ہیں۔

پھر یہ کہ امریکہ کی "سی بی اس" اور "اِن بی سی" اداروں نے کارروائی کے ۴۸ گھنٹوں بعد چاروں طیاروں کے مسافروں اور عملے کے افراد کے ناموں کا جو چارٹ شائع کیا تھا، اس میں کوئی عربی نام شامل نہیں تھا؛ بلکہ عربی ناموں

* رئیس تحریر ماہنامہ "الداعی" و استاذ ادب عربی، دارالعلوم دیوبند

سے ملتا جلتا بھی کوئی نام نہیں تھا۔ یہ سارے نام غیر عربی تھے، امریکی تھے یا جنوبی امریکی تھے۔ انڈیپنڈینٹ اخبار نے جمعہ ۱۴/۹/۲۰۰۱ء کو ناموں کا جو چارٹ شائع کیا تھا اس کے مطابق ان طیاروں کے بعض غیر مسلم مسافر ہواباز تھے اور دیگر افراد طیاروں کی انجینئرنگ کے ماہرین تھے، یہ لوگ امریکہ کی ''بوئنگ'' کمپنی میں کام کرتے تھے۔ نیز برطانیہ کے ''گارڈین'' اخبار نے جمعرات ۱۴/۹/۲۰۰۱ء کو ''امریکن ایرلائنز'' اور ''یونائیٹڈ ایرلائنز'' کے چارٹوں کے مطابق چاروں طیاروں کے مسافروں اور اسٹاف کے لوگوں کے نام شائع کیے، جن میں ایک بھی عربی اسلامی نام نہیں تھا۔ (۷)

سوال یہ ہے کہ ''ایف بی آئی'' کہاں سے عربی نام لے آئی اور یہ دعویٰ کیا کہ عرب ہی ان دھماکوں کے ذمے دار ہیں؟

گڑھے ہوئے ناموں کے حامل افراد کو پہلے تو اوباش، فحش پیشہ اور بدکردار ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ یہ لوگ اخلاقی اعتبار سے اتنے گرے ہوئے تھے کہ انسانیت کے لیے تباہ کن کسی طرح کی خطرناک سے خطرناک کارروائی کرسکتے تھے اور دہشت گردی کا ناقابل تصور کام انجام دے سکتے تھے، چناں چہ انھوں نے ایسا ہی کیا بھی! ''یو، ایس، ٹوڈے'' اخبار نے ''لوس انجلس'' میں جہازوں کے اغوا کاروں کے سلسلے میں ایک رپورٹ تقسیم کی، جس کا عربی ترجمہ ''الشرق الاوسط'' اخبار نے ۱۵/۹/۲۰۰۱ء کو شائع کیا تھا۔ تقریر نگار خاتون ''لورا پارکو'' کے مطابق طیاروں کے دو اغوا کاروں نے حملے سے پہلے کی رات شہر کے ایک ہوٹل میں خرمستی کے ساتھ گزاری، ہوٹل کی خاتون ویٹر کے مطابق دونوں نے بے تحاشا شراب نوشی کی، دونوں انتہائی شرابی اور نشہ کے عادی تھے۔ (۸) ۱۴ر ستمبر کو امریکی اخبار ''نیویارک ٹائمز'' و ''نیویارک پوسٹ'' نیز ''فاکس نیوز'' ٹی وی چینل نے ''ایف بی آئی'' کے حوالے سے جو رپورٹ شائع کی وہ اس قدر عجیب وغریب اور تضادات پر مشتمل تھی کہ اس کو کوئی معقول آدمی بھی تسلیم نہیں کرسکتا، چہ جائے کہ کسی مذہب کا ماننے والا۔ مذکورہ امریکی اخباروں کے مطابق نیویارک کے عالمی تجارتی مرکز اور واشنگٹن میں محکمۂ دفاع کی وزارت ''پنٹاگن'' پر طیاروں سے حملہ کرنے والے ''فلوریڈا'' میں، واقعے سے ایک رات قبل ''ڈیٹونا بیچ'' کے علاقے میں ایک نیم عریاں کلب میں آئے اور ہر ایک نے شراب پینے اور ڈانس کرنے والی لڑکیوں کو اپنی ران میں بٹھانے اور ان کے رقص پر ۲۰۰ تا ۳۰۰ ڈالر فی فرد خرچ کرنے کا کام کیا اور یہ بل انھوں نے اپنے کریڈٹ کارڈز پر چارج کراکے ادا کیا۔ ایف بی آئی نے ان ادائیگیوں کا ریکارڈ اپنے قبضے میں لے لیا ہے۔ یہ تینوں افراد امریکہ کو بہت بری جگہ قرار دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ دیکھنا کل امریکہ میں کتنا قتل وخون نظر آئے گا۔ یہ تینوں مسلمان بار میں موجود ایک شخص کے سامنے ایسے دعوے کرنے کے بعد ڈانس اور شراب پر رقم خرچ کرکے چلے گئے؛ مگر پیچھے بار میں ایک بزنس کارڈ اور قرآن کا ایک نسخہ چھوڑ گئے۔ گوکہ ایف بی آئی نے کلب کے منیجر کو بار میں آنے والے ان تینوں افراد کے نام بتانے سے منع کررکھا ہے؛ مگر اس نے ان افراد کے کریڈٹ کارڈس اور ڈرائیونگ لائسنس کی فوٹو کاپی سے ان کی رہائش گاہ کا جو علاقہ بتایا ہے، اس کے مطابق یہ تینوں افراد وہ ہیں جنھوں نے ورلڈ ٹریڈ سنٹر سے دو طیارے ٹکراکر ''دہشت گردی'' کا ریکارڈ قائم کیا۔

ٹی وی کی ایک رپورٹ میں ''فلوریڈا'' کا ایک سستا ہوٹل بھی دکھایا گیا، جہاں ان ہی افراد نے قیام کیا۔

اپنے کمرے میں لٹکی ہوئی ننگی ٹانگوں اور ننگے شانوں والی عورت کی تصویر کو کپڑے سے ڈھانپ دیا؛ لیکن اسی ہوٹل کے منیجر کے بیان کے مطابق یہ تینوں افراد باہر قریبی ساحل پر موجود بکنی پہنے عورتوں کو بڑے شوق سے دیکھتے تھے۔ نیم عریاں ڈانس اور شراب کے بار میں عیاشی کے لیے آنے والا کوئی مسلمان کتنا ہی بے عمل ہو کیا قرآن ساتھ لے کر جائے گا؟ ایک ''مذہبی جنونی'' دوسرے دن موت کے مشن پر جا رہا ہے؛ مگر ایک رات قبل وہ اپنے مذہب میں ممنوع شراب اور ڈانس سے لطف اندوز ہونے کے لیے قرآن ساتھ لے کر جاتا ہے، حیرت ہے!

دوسرے یہ کہ ہوٹل کے کمرے میں تو یہ ''جنونی مسلمان'' ننگی عورت کی تصویر کو ڈھانپ دیتا ہے، ہوٹل کا کرایہ کریڈٹ کارڈ سے ادا کرنے کے بجائے صرف کیش ادا کرنے پر زور دیتا ہے؛ لیکن پھر اسلامی تعلیمات کے خلاف قریبی ساحل پر جا کر غسل کا مختصر لباس پہنے متحرک و زندہ عورتوں کو شوق و ذوق سے دیکھتا ہے۔ (۹)

''آخری رات کی وصیت'' کا ڈراما

امریکی حکام نے جب یہ محسوس کیا کہ جعل سازی کا یہ عمل انھیں کام نہیں دے گا؛ بلکہ سارا عالم ان کے اس رویے کو مضحکہ بنا لے گا اور ان کے ''تحقیقی'' فریب کا پردہ چاک کر دے گا؛ تو انھوں نے جلد ہی اپنا رویہ بدل لیا اور اب ان ''دہشت گردوں'' اور اغوا کاروں کو عبادت گزار اور اپنے طرز کا صالح مسلمان ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں واقعے سے پہلے والی رات کی وصیت کا ڈراما بھی تیار کیا گیا۔ اس وصیت نامے کو اس محمد عطا مصری کی طرف منسوب کیا گیا ہے، جس کو امریکی حکام حملہ کرنے والے گروہ کا سرغنہ قرار دیتے ہیں۔ امریکی حکام نے جمعہ ۲۸/۹/۲۰۰۱ء (۱۱رجب ۱۴۲۲ھ) کو ہاتھ کا لکھا ہوا ایک وصیت نامہ یہ کہہ کر جاری کیا کہ اس کا ایک نسخہ ''بوسٹن'' کے ہوائی اڈے پر محمد عطا کے اس سامان میں ملا جو طیارہ بدلنے کے وقت اس جہاز پر رکھنے سے رہ گیا تھا، جس کو وہ حملے کے لیے استعمال کرنا چاہتا تھا۔ حکام کے بہ موجب وصیت نامے کا دوسرا نسخہ واشنگٹن کے قریب 'ڈالس' کے ہوائی اڈے پر کھڑی ہوئی کار میں پایا گیا، جب کہ اس کا تیسرا نسخہ ''پنسلوانیا'' میں گر کر تباہ ہو جانے والے طیارے کے ملبے سے برآمد ہوا۔

لیکن یہ وصیت نامہ بھی، متعدد متضاد باتوں اور مضحکہ خیز نکات پر مشتمل ہے، جن سے اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے امریکی منصوبے اور اسلامی دنیا اور عالم عرب میں، عالمی صیہونی صلیبی سرمایہ دارانہ عالم گیریت والے دہشت گردانہ استعماری خاکے کو، بروئے کار لانے کے امریکی اور مغربی ارادے کا، بھانڈا پھوٹ جاتا ہے۔

غیر مسلم اور مسلمان تجزیہ کاروں کی رائے میں اس فرضی وصیت نامے کو اگر سچا تسلیم کر لیا جائے تو یہ محمد عطا کے حق میں ''براءت نامہ'' تو ثابت ہو سکتا ہے الزامات کی دستاویز نہیں بن سکتا۔ اس وصیت نامے کے پڑھنے کے وقت سب سے پہلا تاثر یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کو وضع کرنے والا یا تو مستشرق ہے یا مسیحی مذہبی عالم۔ چار صفحات کے اس وصیت نامے پر کوئی دست خط نہیں ہے۔ ماہرین کے کہنے کے مطابق اس کی سطر سطر سے مسیحی تصور ٹپکتا ہے ''امتحان'' ''ابتلا'' جیسے الفاظ سے جو گویا انسان کی زندگی میں آخرت کی ''نجات'' اور ابدی ''سعادت'' کے لیے ناگزیر ''اسٹیشن''

ہے، یہ تصور بہت عیاں ہے۔اسی طرح وصیت نامے میں ''قربان'' کالفظ آیا ہے جو خالص مسیحی تصوروالا لفظ ہے۔اسی طرح ''سلب'' اور ''ذبح'' کے الفاظ کے ذریعے وصیت کنندہ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ جب تم اپنے شکار کو ذبح کر چکو، تو مقتول کا ''سلب'' کرو۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ اگر اغوا کاروں کا مقصد خودکشی اور دھماکہ تھا، تو انھوں نے ''سلب'' یعنی لوٹ مار اور مال ہائے غنیمت کے حصول پر کیوں کر زور دیا؟(۱۰)

یہ ''وصیت نامہ'' اس لیے بھی مشکوک ہے کہ ۴/۱۰/۲۰۰۱ء کو ABC News چینل نے اس کا جو ترجمہ شائع کیا تھا، اس میں بہت سے جملے حذف تھے؛ جب کہ بہت سے جملے نئے بڑھا دیے گئے تھے، جن کی ضرورت محسوس کی گئی کہ اس کے بغیر مقصد صحیح طور پر حاصل نہیں کیا جاسکتا تھا۔(۱۱)

مصر کے سب سے بڑے عربی اخبار ''الاہرام'' نے سہ شنبہ (منگل) ۲/۱۰/۲۰۰۱ء کو ''انڈیپنڈنٹ'' برطانوی اخبار میں شائع شدہ برطانوی رائٹر ''روبرٹ ویسک'' کے مضمون کا عربی ترجمہ شائع کیا تھا، جس میں مضمون نگار نے پرزور الفاظ میں کہا ہے کہ ''وصیت نامہ'' شبہات کے جوابات سے زیادہ، بہت سے سوالات کو جنم دیتا ہے؛ کیونکہ یہ وصیت نامہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ... باسم اللہ و باسمي و باسم عائلتي (اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے... اللہ کے نام سے اور میرے نام سے اور میری فیملی کے نام سے) شروع ہوتا ہے۔کوئی مسلمان خواہ کتنا بے علم ہو، اس طرح کے موقع سے اپنی اور اپنی فیملی کا نام گھسیڑ نہیں سکتا۔رائٹر کہتا ہے اس وصیت نامے میں کوئی ایسی بات نہیں جس سے اسامہ بن لادن کے مطالبوں کی طرف اشارہ ہوتا ہو۔ان کے مطالبوں کا خلاصہ یہ ہے کہ خلیج سے امریکی فوجوں کو چلا جانا چاہیے، اسرائیلی قبضہ فلسطین میں بالکل ختم ہونا چاہیے، اور امریکن نواز عربی حکومتوں کا چراغ گل کر دیا جانا چاہیے۔رائٹر مزید لکھتا ہے کہ کسی سچے مسلمان کو پانچوں نمازوں میں سے اپنے دن کی پہلی نماز کی یاددہانی کی ضرورت نہیں، جنکا تذکرہ وصیت نامے میں کیا گیا ہے...نیز یہ کہ اغوا کاروں کے رویے کے بیان کیلئے جو طریقہ اختیار کیا گیا، وہ اپنے طور پر ساری بات کو مشکوک بنادیتا ہے۔کہا گیا کہ محمد عطا انتہا درجے کا شرابی تھا اور دوسرا ملزم ''زیاد جراحی'' حد درجہ عیاش تھا ''ہامبورج'' میں اسکی ایک ترکی نژاد گرل فرینڈ تھی، اسکے ساتھ وہ شبینہ کلبوں میں داد عیش دیتا اور شراب نوشی کرتا تھا! غالبا اسلئے وصیت نامے میں ''گناہوں سے استغفار'' کی تاکید کی گئی ہے!

حقیقت یہ ہے کہ کسی ایک بھی اطمینان بخش دلیل کے ذریعے ۱۱ر ستمبر کے واقعات میں اسامہ بن لادن کے ملوث ہونے کو ثابت نہیں کیا جاسکا ہے۔گذشتہ صفحات میں ''شواہد'' اور ''دستاویزات'' کی بے مایگی کا آپ اندازہ کرچکے ہیں اور آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ شواہد، واقعات کے اصل مجرم کا پتہ بتانے کے معیار تک پہنچنے سے کس قدر عاجز ہیں؟ چہ جائیکہ متعینہ افراد، ادارہ یا اداروں کے خلاف سزا کا فیصلہ صادر کرانے کے لیے کافی ہوں؛ اسی لیے جرمنی کے اٹارنی جنرل کے سرکاری ترجمان ''ہارٹموٹ چنیدر'' نے صاف لفظوں میں کہہ دیا ہے کہ ''ہامبورج'' شہر کے مشتبہین اور اسامہ بن لادن، جن کو امریکا واشنگٹن اور نیویارک کے دھماکوں کے لیے بلا دلیل ملزم قرار دے رہا ہے، کے درمیان

رابطے کی واقعی نشان دہی کرنے والی، کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

اگر امریکا کے پاس واقعی کوئی دلیل ہوتی تو وہ مارے خوشی کے اچھلتا اور ناچتے ہوئے اسے ساری دنیا کے سامنے لاتا

چونکہ امریکا کے پاس ۱۱ ستمبر کے واقعات میں مسلمانوں خصوصاً اسامہ بن لادن اور طالبان کا ہاتھ ہونے کا نہ تو کوئی قطعی ثبوت تھا اور نہ ہوسکتا ہے؛ اسی لیے متعدد ملکوں اور اداروں کی طرف سے، امریکہ کو چیلنج کیے جانے کے باوجود، امریکہ کسی کے سامنے کوئی ٹھوس ثبوت پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ہاں اس نے یہ تو کیا کہ کچھ فرضی شواہد تیار کیے جنھیں اپنے طاقت ور حلیف برطانیہ کی شراکت سے مختلف دوست ملکوں، خصوصاً اس ''اسلامی'' پاکستان کو--- جسے ہندوستان سے اس لیے علاحدہ کروایا گیا تھا کہ وہ صحیح اور مؤثر اسلامی تجربہ گاہ ثابت ہوگا--- دکھلایا اور ان دوست ملکوں نے بلاتاخیر ان ''شواہد'' کو صرف اس لیے قبول کرلیا کہ انھیں امریکہ کی طرف سے ترغیب یا تہدید یا دونوں کا سامنا تھا؛ اس لیے کہ ''جہاں پناہ'' ''شہنشاہ'' ''عالمی آمر'' ''دنیا کے سب سے بڑے پولس مین'' ''حضور'' ''جورج ڈبلیو بش'' نے ان سارے ملکوں کو، جنھیں وہ امریکا کا ذلیل غلام یا اس کی مقبوضہ کالونیاں سمجھتے ہیں، دوٹوک لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ ''تم یا تو ہمارے ساتھ ہو یا نہیں تو دہشت گردی کے ساتھ۔ بیچ بیچ کی کوئی منزل نہیں، درمیان کا کوئی اسٹیشن نہیں اور دونوں موقفوں کے درمیان کوئی قابل ترجیح راہ نہیں!

اگر امریکہ کے پاس کوئی بھی ثبوت ہوتا، تو وہ مارے خوشی کے اچھلتے کودتے ساری دنیا والوں کے سامنے پیش کرتا، اس کے طاقت ور ذرائع ابلاغ کا شب و روز کا یہی ایک مشغلہ ہوتا اور امریکی اور مغربی میڈیا اس کو اتنی بار دہراتا کہ ساکنانِ گیتی اکتا جاتے؛ لیکن ٹھوس ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے دنیا والوں کو اس نے یہ کہہ کر بیوقوف بنانے کی کوشش کی کہ شواہد چوں کہ حساس نوعیت کے ہیں؛ اس لیے انھیں منظر عام پر نہیں لایا جاسکتا۔

امریکہ نے پہلے سے دھماکے کے مجرمین کی ''شناخت'' متعین کر رکھی تھی ''شکار'' پہلے سے طے شدہ تھا، جن ''نشانوں'' پر ضرب لگانی تھی وہ ۱۱ ستمبر کے واقعے سے پہلے سے معلوم تھے، وہ مقاصد بھی ابتدا سے پیشِ نظر تھے، جنھیں روبہ عمل لانے کے لیے امریکہ کو بے تابی تھی اور اس کے لیے ان سازشوں کا تانا بانا بھی اچھی طرح تیار تھا، جن کو عملی جامہ پہنانے کے لیے دن گنے جارہے تھے۔

برطانیہ نے (جو ''اسلامی دہشت گردی'' کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے بعد کے مرحلے میں امریکا سے زیادہ پرجوش نظر آرہا ہے اور لگتا ہے کہ وہ امریکا سے اس سلسلے میں منزلوں آگے نکل جانا چاہتا ہے) امریکہ سے اس کے ''پیدا کردہ'' شواہد اچک لیے اور ۲۱ صفحات کے ان شواہد کو برطانوی دارالعوام میں پیش کیا؛ لیکن مبصرین نے جب اس کا مطالعہ کیا، تو انھوں نے پوری طاقت سے ان کی صداقت کو رد کرتے ہوئے کہا کہ یہ شواہد ''غیر واضح'' ہیں ''قابل یقین'' نہیں ہیں۔ ''لندن اسکول اوف اکنومیکس'' (London School of Economics) انسٹی ٹیوٹ کے عالمی تعلقات کے پروفیسر ''ولیم ویلس'' نے کہا کہ ''الزام کی یہ فائل اپنی صلاحیت سے زیادہ یقین دلانے کے لیے کوشاں

ہے۔ ... یہ فائل قانونی کم اور سیاسی زیادہ ہے، اس کا اصل مقصد تردد اور ابہام میں مبتلا بعض حلیفوں، جیسے پاکستان اور سعودی عرب کو امریکہ کی انتقامی کارروائی کے محرکات سے مطمئن کرنا ہے۔" (۱۲)

برطانیہ کے مشہور اخبار "گارجین" نے مذکورہ شواہد کے شائع ہونے کے بعد اگلے دن اپنے اداریے میں جو تبصرہ کیا، وہ اس طرح تھا: "اگر بعید از قیاس واقعہ پیش آجائے کہ اسامہ بن لادن کو ۱۱ رستمبر کی دہشت گردسفا کی کے سلسلے میں باقاعدہ مقدمے کا سامنا کرنا پڑے، تو اس کے خلاف جو دلائل برطانوی حکومت نے کل پیش کیے ہیں، وہ قانونی نقطۂ نظر سے تقریباً بے وزن ہیں ... بش انتظامیہ نے جب یہ بات کہی تھی کہ وہ بن لادن کے خلاف شہادت پیش کرے گی، اس وقت سے تین ہفتوں سے زائد گزرنے کے بعد بھی حقیقت یہ ہے کہ مسٹر بلیر کے سارے مقدمے کا حاصل صرف دو لفظ ہیں، یعنی "مجھ پر بھروسہ کرو"۔" (۱۳)

برطانیہ کے دوسرے اخبار "انڈیپنڈنٹ" نے اتوار ۱۷/ اکتوبر ۲۰۰۱ء کو صفحہ ۷ پر "کرس بلیک ہرسٹ" کا ایک مفصل مضمون شائع کیا ہے، جس میں اس نے ستر نکات پر مشتمل اس "دستاویز" کا مفصل تجزیہ کیا ہے۔ کرس بلیک ہرسٹ کا کہنا ہے کہ وزیر اعظم "ٹونی بلیر" اور ان کے اہل کار اس بات پر مگن ہیں کہ انھوں نے جو دستاویز پیش کی ہے، اسے انکے وزرا اور ہمنواؤں نے "ثبوت" تسلیم کر لیا ہے؛ لیکن کسی نے اس دستاویز کا بے لاگ جائزہ لینے کی زحمت گوارا نہیں کی، نہ انکے حامیوں نے، نہ اپوزیشن نے اور نہ میڈیا نے اور حکومتی اہل کار اس بات پر خوش ہیں کہ اس دستاویز نے ان رخنوں اور کمزوریوں پر بھی پردہ ڈال دیا ہے، جو خود ان کی اپنی انٹیلی جنس کے کردار میں پائی جاتی ہیں۔

بلیک ہرسٹ نے ماہرین قانون کی مدد سے پوری دستاویز کا جائزہ لیا ہے اور بتایا ہے کہ ۲۱ صفحات پر مشتمل اس دستاویز کے ۱۸ صفحات اور ۶۱ نکات کا تو ۱۱ رستمبر کے واقعے سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ یہ سب پچھلی باتیں ہیں، جن کا اس دستاویز میں اعادہ کیا گیا ہے۔ البتہ صرف تین صفحات اور نو نکات ایسے ہیں جو ۱۱ رستمبر کے واقعات سے متعلق ہیں؛ مگر ان نو نکات میں سے کوئی نکتہ بھی اسامہ کو مجرم ثابت کرنے کیلئے کافی نہیں۔ ہاں دستاویز میں ایک فقرہ یہ بھی ہے کہ اسامہ بن دلان کے خلاف کچھ اور براہ راست شہادتیں بھی موجود ہیں؛ مگر وہ اتنی حساس نوعیت کی ہیں جنھیں منظرِ عام پر نہیں لایا جاسکتا۔ بلیک ہرسٹ کے مطابق دستاویز کی کمزوریوں کو اس جملے کے ذریعے چھپا دیا گیا ہے؛ لیکن ظاہر ہے کہ کسی مجرم کو سزا دینا اس کے بغیر ممکن نہیں کہ اس کے خلاف مکمل شہادت فراہم کی جائے اور قانونی ماہرین کا کہنا یہ ہے کہ "جو شواہد منظر عام پر لائے گئے ہیں ان کی بنیاد پر اسامہ کے خلاف استغاثہ دائر کرنے ہی کا کوئی چانس نہیں ہے، مجرم قرار دیا جانا تو دوسری بات ہے۔" (۱۴)

اسامہ بن لادن کے بار بار انکار کے باوجود کہ امریکہ کے ۱۱ رستمبر کے واقعات سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے اور طالبان کی اس وضاحت کے باوجود کہ انھوں نے اسلامی نقطۂ نظر پر عمل کرتے ہوئے، اسامہ بن لادن کو بے گناہ شہریوں کے قتل کی نہ تو اجازت دی ہے، نہ آئندہ ہرگز اس کی اجازت دیں گے اور یہ کہ اگر امریکہ نے ٹھوس ثبوت فراہم

کیا تو اسامہ پر اسلامی آئین کے مطابق مقدمہ چلا کر ملزم ٹھہرنے کی صورت میں وہ خود ان کو وہ سزا دے سکتے ہیں، جس کا جرم متقاضی ہوگا؛ بلکہ طالبان نے یہ پیش کش بھی کی کہ وہ اسامہ کو کسی غیر جانب دار ملک کے حوالے کرنے کے لیے تیار ہیں، جہاں ان پر غیر جانب دارانہ طریقے سے مقدمہ چلایا جا سکے۔

نیز اسکے باوجود کہ جس طریقے سے امریکہ پر طیاروں کا حملہ ہوا اور یہ کارروائی عمل میں آئی، لاتعداد مبصروں اور تجزیہ کاروں کی رائے کے مطابق، بن لادن یا ان کی جماعت کی مساعی کے معیار سے بہت اوپر کی بات ہے۔

امریکہ نے بن لادن پر الزم کو زبردستی چسپاں کیا اور افغانستان میں ان کے قیام کی وجہ سے، افغانستان پر جنگ تھوپ دی؛ کیوں کہ اس کو اپنی عسکری طاقت، ٹکنالوجی کے میدان کی ترقی، اقتصادی خوش حالی، جدید ترین اسلحوں پر حد درجہ گھمنڈ ہے۔ نیز ۱۱ر ستمبر کے واقعات سے، جو انسانی تاریخ کے حافظے سے کبھی محو نہ ہوں گے، پیدا ہونے والے ننگ و عار کو بھی دھونا تھا۔

۱۱ر ستمبر کے واقعے کے بعد عقلائے عالم کو امریکہ سے یہ توقعات تھیں:

امریکہ کے قلب میں جو واقعہ، اُس کی اِس درجہ ترقی کے باوجود، پیش آیا کہ وہ کھڑائی اور نیچائی میں سیکڑوں میل کی دوری سے ٹائی کے نقوش کو بھی اچھی طرح پڑھ سکتا ہے، توقع تھی کہ اس کی وجہ سے امریکہ عقل و خرد سے کام لے گا، اپنی رفتار و گفتار کی تصحیح کرے گا، اندرونی و بیرونی پالیسیوں کا جائزہ لے گا، ساری دنیا خصوصاً عربی اور اسلامی دنیا اور بالاخص مشرق وسطی (جیسا کہ مغرب والے خاص مقصد کے تحت یہ نام لیتے ہیں) یا قضیہ فلسطین (جیسا کہ ہم مسلمان کہتے ہیں اور کہنا چاہتے ہیں) کے حوالے سے اپنے آمرانہ و تحکمانہ رویوں کو تبدیل کرے گا۔ (۱۵) توقع تھی کہ امریکہ اب کے بعد صرف اپنی طاقت پر بھروسہ کرنا محض ترقی یافتہ ٹکنالوجی کا سہارا لینا چھوڑ دے گا اور آیندہ وہ دادا گیری، نسل پرستی، تعصب اور ظالموں، آمروں اور دہشت گردوں خصوصاً صہیونیوں کی بے طرح طرف داری سے گریزاں رہے گا۔ توقع تھی کہ اب وہ ایمان لے آئے گا کہ کائنات میں کوئی خفیہ، بلا آواز کی، ایسی طاقت ہے جو ابلاغی شور و شغب کے بغیر خاموشی سے جو چاہتی ہے کر گزرتی ہے، یعنی خدائی طاقت، جو بر وقت اور کسی سبب کا سہارا لیے بغیر سارے پیمانوں کو تبدیل کر دیتی ہے، طاقت کے سارے ذرائع کو شل کر دیتی ہے، ٹکنالوجی کی ساری فتوحات اور سائنس کے تمام اکتسابات کو بے عمل بنا دیتی ہے اور دنیا کی سب سے زیادہ مرعوب کن، خوف ناک، ہر طرح لائق اطاعت طاقت کو ذلیل کر سکتی ہے۔ اس کے حفاظتی قلعے، احتیاطی تدابیر اور اس کے اس احاطہ بندی کو بے معنی کر سکتی ہے جہاں کوئی ''پردیسی کوا'' بھی پر پرواز نہیں مار سکتا اور جہاں خبر رسانی کا جال بچھا ہوا ہے۔ اور بالآخر اس کی ناک کو خاک آلود اور اس کے سرِ غرور کو کچل دے سکتی ہے۔

توقع تھی کہ امریکا اس بدنصیبی کے اسباب کا جائزہ لے گا، جو اچانک اس کے صحن خانہ میں آ دھمکی ہے؛ تاکہ اس کو یہ معلوم ہو کہ اللہ کی اس وسیع دنیا میں صرف اسی کو اس انوکھے حملے کا نشانہ کیوں بننا پڑا؟ تاکہ وہ داخلہ اور خارجہ

پالیسی کے زبردست نقص کو دور کرنے کی سوچے اور یقین کرے کہ اس نے بین الاقوامی میدان میں، قوموں اور ملکوں کے تئیں اپنی ذمے داری اس طرح نہیں نباہی، جو پوری دنیا کی سب سے بڑی طاقت ہونے کی وجہ سے اس پر عائد ہوتی ہے کہ وہ عدل وانصاف وتوازن وصبر پر کاربند ہو، انسانی اخوت کا علم بردار ہو اور خالقِ کائنات کا شکر گزار ہو کہ اس نے دنیا میں اس کو طاقت کا امتیاز بخشا اور بحر وبر وفضا میں اپنے ودیعت کردہ قدرتی اسباب سے فائدہ اٹھانے کی توفیق ارزانی کی، جس کے نتیجے میں اس نے وہ غیر معمولی مادی ترقی کی جس سے پوری دنیا پر اس کی دھاک ہے۔

توقع تھی کہ اس کی موجودہ مصیبت، خود اس کو آیندہ قوموں اور ملکوں کے لیے، مصیبت بننے سے روک دے گی۔ دوہرا معیار نبھانے سے باز رکھے گی، کبر وغرور اور فسق وفجور کے محرکات کی ماننے سے دور رہنے پر آمادہ کرے گی۔ بھائی کو بھائی سے لڑانے، ایک ملک کو دوسرے کے خلاف اکسانے، ملکوں اور وہاں کے باشندوں کو دو دھاری گائے بنانے، ساری دنیا پر استعمار کی نئی قسم تھوپنے، زبردست تباہی کے ہتھیار بنانے، ساری دنیا کو اپنی ناپاک سازشوں کے ذریعے ''گرم علاقے'' میں تبدیل کرنے اور اپنے اسلحے کے لیے نئی نئی منڈیاں پیدا کرنے --- اور بالآخر دولت کی ریل پیل کے بعد ظلم وجبر اور عیش وعشرت کے سارے سابقہ ریکارڈ توڑ ڈالنے کے ارادے سے اپنا ہاتھ اٹھا لے گا۔

توقع تھی کہ امریکہ تھوڑے وقتوں کے لیے سہی، انسانیت کے حق میں اور خود اپنے حق میں مسلسل کیے جانے والے جرائم کا ارادہ ترک کردے گا؛ تاکہ اپنے کو اس ہمہ گیر آگ سے محفوظ رکھ سکے جس کی لپٹیں اب اس کے سینے اور گردن تک پہنچا چاہتی ہیں؛ بلکہ غرور سے بھری اس کی کھوپڑی تک۔ یہ توقع اس لیے کی جارہی تھی کہ مصیبت ہر فرد اور جماعت کو اگر اس کی فطرت مسخ نہ ہوئی ہو، ماضی کی اپنی غلطیوں کا جائزہ لینے پر مجبور کردیتی ہے اور اس طرح وہ مصیبت کے اسباب سے آئندہ بچنے کی کوشش کرتی ہے۔

اسی لیے توقع تھی کہ وہ نامعلوم کسی دشمن کو سزا دینے کی سوچنے سے پہلے، ہزار بار اپنی خامیوں کا جائزہ لے گا۔ اپنے انتظامی، تنفیذی اداروں کو از سرِنو استوار کرے گا اور ان کم زوریوں کو دور کرے گا، جن کی وجہ سے اتنی بڑی کارروائی ممکن ہوئی کہ اس کے حکام نے، سرکاری اہل کارنے، اس کارروائی کے لیے متعلقہ مجرمین کو بھرپور تعاون دیا؛ کیوں کہ واقعہ تو اچانک رونما ہوا؛ لیکن واقعے کو انجام دینے والے یقیناً اچانک رونما نہیں ہوئے تھے۔

لیکن دنیا کے عقل مندوں، دانش وروں، تجربہ کاروں اور مبصروں کی تمام اپیلوں کے باوجود یہ توقعات پوری نہ ہوسکیں اور امریکہ کو دنیا کی کوئی برادری اپنی پالیسی پر نظر ثانی کرنے اور واقعات سے عدل وانصاف، انسانی روایتوں اور بین الاقوامی قوانین کی روشنی میں نمٹنے کی گزراشات پر، اس نے مطلقاً کان نہیں دھرا اور نامعقولوں سے بھری پری دنیا میں معقولوں کی کوئی بات بھی نہیں سنی گئی۔

گویا خدائے علیم وحکیم نے، جیسا کہ اس کی زندہ وجاوید کتاب قرآن پاک کے مطالعے سے عیاں ہوتا ہے، شاید یہ چاہا کہ اب امریکہ اس لعنت اور رسوائی وتباہی کا مستحق ہو، جو اس نے ہر اُس آبادی کے لیے مقدر کر رکھی ہے، جو

اپنی گزران میں اترا جاتی ہے اور جو اپنا رویہ بطش و جبروت بنا لیتی ہے:

وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا فَتِلْكَ مَسَاكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِنْ بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ (القصص/۵۸)

(اور کتنی غارت کر دیں ہم نے بستیاں جو اترا چلی تھیں اپنی گزران میں۔ اب یہ ہیں ان کے گھر آباد نہیں ہوئے ان کے پیچھے مگر تھوڑے)

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا (ق/۳۶)

(اور کتنی تباہ کر چکے ہم ان سے پہلے جماعتیں کہ ان کی قوت زبردست تھی ان سے)

امریکہ نے اپنی پرانی روش کے مطابق، اپنے غرور اور جبروت کا سہارا لیا اور سالہا سال سے جنگوں سے چور، غریب، ناتواں، برباد شدہ مسلم ملک افغانستان کے خلاف، صلیبی صہیونی جنگ لڑنے کے لیے آمادہ ہو گیا۔ بہانہ دہشت گردی کے خلاف کارروائی ہے؛ حالاں کہ اس کے مجرمانہ منصوبے کا مقصد صرف وہ نہیں ہے جو وہ دنیا کو باور کرا رہا ہے۔ امریکہ کے حکمراں بار بار یہ کہہ چکے ہیں کہ جنگِ افغانستان صرف ایک تمہیدی عمل ہے اور کھلی ہوئی اعلان شدہ عسکری کارروائیوں کے ساتھ ساتھ ان کے پیشِ نظر پوشیدہ بہت سی کارروائیاں ہیں۔ بوش نے شنبہ ۱۵/۹/۲۰۰۱ء کو امریکہ کی قومی سیکورٹی کونسل میں صراحتاً کہا تھا کہ ''ہم رمزی کارروائی پر اکتفا نہیں کرنے کے، ہماری جوابی کارروائی بھرپور، پیہم، موثر اور دراز ہوگی۔'' امریکہ کا مقصد امتِ مسلمہ کے تمام مراکز اور بیداری و مزاحمت کے تمام منصوبوں کو نشانہ بنانا اور اسلامی دنیا میں امریکی صہیونی اقتدار کو مسترد کرنے والی طاقتوں، جان و مال کا شرعی دفاع اور ناجائز قبضوں اور جارحیت کے مقابلے کی ساری کوششوں، کو نیست و نابود کرنا ہے۔ امریکہ والے خواہ کتنی تاویلیں کریں اور یہ کہیں کہ ان کی جنگ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نہیں؛ بلکہ ان کا نشانہ صرف دہشت گردی ہے؛ لیکن یہ سچائی اپنی جگہ نمایاں، امریکہ کے تمام سابقہ و حالیہ رویوں سے عیاں اور اسلام دشمن طاقتوں کے طرزِ عمل سے مترشح ہے کہ اصلی نشانہ اسلام اور مسلمان ہیں۔ امریکہ اور اس کے حلیفوں کا مقصد مسلمانوں کے دلوں سے اصلی اسلامی روح کو کھرچنا اور دماغوں کی دھلائی ہے، خصوصاً حکام کے دماغوں کی جو پہلے سے اس دھلائی کے لیے تیار بیٹھے ہیں، تاکہ ''اعتدال پسند'' مسلمان ہی دنیا میں اپنا کردار ادا کر سکیں اور تشدد پسند، کٹر پنتھی، جنونی مسلمانوں کے لیے تل دھرنے کو جگہ نہ رہ جائے۔ اعتدال پسند وہ مسلمان ہے جو صحیح دینی شعور سے نابلد ہو اور جو خدا کے احکام کے بالمقابل اپنی خواہشات کو مشعلِ راہ سمجھتا ہو اور ہوا کا رخ دیکھ کر اپنا قدم بڑھاتا ہو۔ جو مسلمان اسلام کی مکمل پیروی کرے وہ کٹر پنتھی اور متشدد ہوتا ہے۔ اس وقت دنیا میں اس کے لیے جگہ نہیں؛ اس لیے کہ اس طرح کا مسلمان ''طالبانی مسلمان'' ہوتا ہے۔

امریکہ کو اپنی بڑائی کا جنون، طاقت و قوت اور شان و شوکت کا احساسِ بے نہایت کھائے جا رہا ہے، اس نے اس نازک مرحلے میں بھی اگر سوچی تو صرف یہ کہ عالمی تجارتی مرکز اور پنٹاگن کے خاکستر بازو کے ملبوں کے نیچے ضائع

ہو جانے والے امریکی دبدبے کو کسی نہ کسی طرح ضرور بحال کیا جائے؛ تاکہ اس کے حلیفوں کا اس کی طاقت پر ایمان متزلزل نہ ہو اور وہ حسبِ سابق قوموں اور ملکوں کے خلاف اپنے عسکری و غیر عسکری جرائم اور دہشت گردانہ کارروائیوں پر کاربند رہ سکے۔

''طاقت ور اتحاد'' کی تشکیل میں امریکہ کی ناکامی

امریکہ کو افغانستان کے خلاف صلیبی (خود اس کے بیان کے مطابق) جنگ چھیڑنے کے لیے اس درجہ بے تابی تھی کہ اس نے اتنا بھی انتظار نہ کیا کہ جس اتحاد کے لیے امریکہ کے صدر اور برطانیہ کے وزیر اعظم دارالحکومتوں کے درمیان چکر کاٹ رہے ہیں، اس میں زیادہ سے زیادہ دوستوں اور حلیفوں کو شریک کرنے کی لیے کوششوں کو مزید بار آور ہونے دیا جائے۔ بس امریکہ نے تو یہ اعلان کر دیا کہ جو اتحاد میں شریک ہوگا وہ امریکہ کا دوست ہوگا اور جو اس سے انکار کرے گا وہ امریکہ کا دشمن ہوگا اور اس کو دہشت گردی کے کیمپ میں شمار کیا جائے گا اور امریکہ کی ''تادیبی'' جنگ کی مصیبتوں کا نشانہ بننا پڑے گا۔

تقریباً ایک ماہ تک امریکی صدر اور ان کے ساتھ برطانیہ کے وزیر اعظم اس طرح مصروفِ کار رہے گویا وہ دنیا کی گردنوں کے مالک ہوں، ساری دنیا پر ان کی واقعی حکمرانی ہو، شہنشاہ اعظم اور بادشاہوں کے بادشاہ ہوں، روئے زمین کے تمام باشندے اور تمام ممالک ان کی نجی جائیداد ہوں، جو انھوں نے گویا باپ دادا سے وراثت میں پائی ہو، یا کم از کم امریکہ کی خصوصی ملکیت ہو، جسے امریکہ نے اس ''لاٹھی'' کے طفیل حاصل کیا ہو جس کو اگر کوئی حاصل کرلے تو ساری ''بھینسیں'' اسی کی ہوتی ہیں، اور امریکہ کے پاس واقعی یہ ''لاٹھی'' موجود بھی ہے۔ ایک ماہ تک ایسا لگا (اور اب بھی یہی کچھ لگ رہا ہے) جیسے اسکول کا کوئی ہیڈ ماسٹر اپنے ہاتھ میں کوڑا یا ہنٹر لیے تمام طلبہ سے کہہ رہا ہو: ''اگر تم نے ہماری خصوصی تعلیمات کو حرف بہ حرف نہیں مانا، تو برے سے برے انجام کے لیے تیار رہو۔''!!

لیکن مسلسل اور زبردست مساعی کے باوجود یہ دونوں ''زبردست اور بھرپور عالمی اتحاد'' جس کا وہ خواب دیکھ رہے تھے، کی تشکیل میں ناکام رہے۔ ایک ڈھیلا ڈھالا کم زور سا اتحاد بہ مشکل تمام قائم ہو سکا، جس کی اصل اساس یورپی اتحاد خصوصاً برطانیہ اور ''اسلامی'' کہے جانے والے ملکوں میں پاکستان اور ترکی ہے۔ دنیا کے اکثر ملکوں نے انسدادِ دہشت گردی کے حق میں صرف زبانی ووٹ دیا اور اب تک وہ عملاً امریکہ کی کارروائی میں شرکت سے گریزاں ہیں؛ بلکہ چین جیسے اہم ملک نے تو بار بار افغانستان کے خلاف امریکہ کی جنگی کارروائی پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ جہاں تک سعودی عرب کا تعلق ہے تو ۷/ اکتوبر سے افغانستان پر فوجی کارروائی سے معاً پہلے، اس نے برطانیہ کے وزیر اعظم ٹونی بلیر کا اپنی سرزمین پر استقبال کرنے سے انکار کر دیا تھا کہ چوں کہ اسلامی دنیا کے تمام مسلمانوں میں امریکی جارحیت کے خلاف شدید ابال آیا ہوا ہے، اس لیے آپ براہ کرم ہماری زمین پر قدم نہ رکھیں۔

دہشت گردی کے خاتمے کے لیے امریکہ کا پہلا اقدام

دہشت گردی مخالف کارروائیوں کے پہلے قدم کے طور پر امریکہ نے شنبہ ۲۲ ستمبر ۲۰۰۱ء کو ختم ہونے والی یورپی ملکوں کے سربراہوں کی میٹنگ میں ان تنظیموں اور جماعتوں پر ضرب لگانے کے لیے حمایت حاصل کی، جنھیں امریکہ ''دہشت گرد'' کہتا ہے اسی حوالے سے وہ ان ملکوں کے خلاف بھی کارروائی کرنا چاہتا ہے جن کے متعلق اس کا خیال ہے کہ یہ دہشت گردی کی حمایت کرتے اور مذکورہ تنظیموں کو پناہ دیتے اور اس کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ امریکہ کی تیار کردہ فہرست میں ساری وہ تنظیمیں داخل کر لی گئی ہیں، جو کسی نہ کسی طرح اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کرتی ہیں، حتی کہ ''رشید ٹرسٹ'' (جس کا مرکز پاکستان ہے) کو بھی صرف اس جرم میں ''دہشت گرد'' قرار دے دیا گیا ہے کہ وہ بھوکے افغانیوں کو پکی پکائی روٹیاں تقسیم کیا کرتا تھا۔ امریکہ ہر دو چار روز کے بعد نئی فہرستیں جاری کرتا اور کھوج کھوج کر تمام اسلامی تنظیموں اور جماعتوں پر پابندی عائد کرنے کا اعلان کرتا رہتا ہے، چنانچہ اب ان تنظیموں کی تعداد ۶۲ تک پہنچ گئی ہے۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

امریکہ کے اس رویے سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ وہ افراد اور جماعتوں کو ''دہشت گرد'' قرار دیے جانے کا حق صرف اپنے لیے محفوظ رکھنا چاہتا ہے، صرف اسی کو یہ حق حاصل رہنا چاہیے کہ وہ جس آدمی یا جس ملک کو یہ کہہ دے کہ یہ ''دہشت گرد'' ہے وہ یقیناً ''دہشت گرد'' ہے۔ اسی طرح جو فرد یا جماعت اس کے کسی حکم کی خلاف ورزی کرے اور اس کی کسی بات کو نہ ماننے کی جرأت کرلے، تو وہ ''دہشت گرد'' ہے خواہ وہ ہر دلیل اور قانون کی روشنی میں بے گناہ ہو۔ نیز یہ کہ اگر امریکہ کی اجازت حاصل نہ ہو تو اسلامی تنظیموں اور جماعتوں کو انسانوں کی خدمت کرنے، اسلامی پروجیکٹوں میں سرمایہ لگانے، بھوکوں کو کھانا کھلانے، پیاسوں کو پانی پلانے، مصیبت زدہ لوگوں کی آنکھوں سے آنسوں پوچھنے کا کوئی اختیار نہ ہوگا، خصوصاً اگر یہ بھوکے پیاسے مسلمان ہوں؛ لیکن صہیونی، صلیبی اور سیکولر و بے دین انجمنوں اور تنظیموں کو مکمل حق ہوگا کہ وہ جو چاہے کریں، خیراتی کاموں کے بہانے مسلم ملکوں میں دماغ کی دھلائی کا کام کریں، خالی پیٹوں میں کچھ باسی روٹیاں اور سڑی ہوئی غذائیں ڈال کر دوسری طرف دماغوں اور دلوں کو طرح طرح کے اسلام مخالف نظریات سے بھر دیں، یا اپنے ملکوں کے لیے جاسوسی کا فریضہ انجام دیں، جیسا کہ افغانستان کے سلسلے میں ذرائع ابلاغ میں طشت از بام ہو چکا ہے کہ روسی افواج کے جانے کے بعد سے ہی، بے شمار مغربی خیراتی ادارے افغانستان میں صرف اس لیے سرگرم عمل رہے کہ رفاہی کاموں کے بہانے، وہاں عیسائیت کی تبلیغ کی جاسکے اور صلیبی صہیونی تخریب کاری کے لیے جاسوسی کی جاسکے۔

الحاصل امریکہ نے جن تنظیموں اور انجمنوں کو دہشت گرد قرار دیا، ان کی اس نے فہرست جاری کرتے ہوئے اپنے حکام اور دنیا کے ملکوں سے کہا کہ، ان کے اثاثے منجمد کر دیے جائیں اور ان کے مالی سوتوں کو مکمل طور پر خشک کر دیا جائے۔ خبریں مظہر ہیں کہ اسلامی رفاہی تنظیموں اور انجمنوں کے سلسلے میں مزید ریڈنگ جاری ہے؛ تاکہ ہر

اس سرچشمے پر بند باندھا جاسکے جس سے انھیں زندگی کا کوئی گھونٹ ملا کرتا ہے اور پاکستان، مشرق وسطی اور ساری دنیا میں مذہبی تعلیم گاہوں کے بھی سانس لینے کے منفذ کو بند کیا جاسکے؛ کیوں کہ بہ قول امریکہ یہ ادارے زندگی کے تمام طریقوں کے سلسلے میں نفرت کرنے والے دہشت گردوں کو جنم دیا کرتے ہیں۔خبروں کے مطابق اس سمت میں باقاعدہ کام شروع ہو چکا ہے۔آئندہ مزید زور و شور اور وسعت و سرعت کے ساتھ اس کام کو آگے بڑھانے کا ارادہ ہے۔ابھی چند روز قبل اخبار میں پڑھا کہ امریکہ نے خلیجی ملکوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ان افراد اور جماعتوں پر کنٹرول کریں، جو ''اسلامی دہشت گرد'' تیار کرنے والے اداروں کو مدد دیتی ہیں۔امریکہ کی مراد اسلامی تعلیم گاہوں اور دینی مراکز سے ہے۔خبریں کہتی ہیں کہ مذکورہ ملکوں نے اس سمت میں پیش رفت شروع کر دی ہے اور امریکہ کی ہدایات پر عمل شروع کیا جا چکا ہے یا کیا جانے والا ہے۔

اسلامی ضمیر کی فروختگی کی قیمت

بہ ہر صورت اس سے پہلے کہ امریکہ سلامتی کونسل کی طرف سے عالمی جواز حاصل کر سکے اور اس کے بہ جائے کہ وہ عالمی تحقیق کے بعد مجرموں پر قطعی طور پر فرد جرم عائد کرے اور ان کی یقینی شناخت کے بعد کوئی قدم اٹھائے اور اس کے بہ جائے کہ اقوام متحدہ کے جھنڈے تلے کوئی عسکری کارروائی کرے (ہر چند کہ اقوام متحدہ بھی اسی کے گھر کی لونڈی ہے اور یہودیوں کے ہاتھ کا کھلونا ہے) اس کے بہ جائے امریکہ کے صدر نے اور اس کے دیگر قائدین نے دنیا کے دارالحکومتوں کا طواف کر کے تمام ملکوں کو اپنی ناروا کارروائی کا ساتھ دینے کے لیے زور ڈالا۔خصوصاً پاکستان کو بہ ذریعہ دھمکی اس بات کے لیے مجبور کیا کہ وہ لوجسٹک سپورٹ دے، نیز پاکستان کی فضا اور اس کی بری و بحری سرحدوں کو استعمال کی اجازت دے، امریکی افواج اور امریکہ کے حلیفوں کی افواج نیز امریکی خفیہ اداروں کے لوگوں کو پاکستان کے اندر اپنے اڈے قائم کرنے دے، پاکستانی سرزمین پر افواج کے لیے خوارک کے ذخائر اور جنگی ساز و سامان جمع کرنے کی سہولت دے، اسامہ بن لادن، ان کی تنظیم، طالبان تحریک، اس کے قائدین، اس کی افواج اور ان کے ٹھکانوں کے سلسلے میں خفیہ معلومات بہم پہنچائے، طالبان تحریک کے ماتحت اور پاکستانی سرزمین پر قائم تمام ٹریننگ کیمپوں کو بند کرے وغیرہ وغیرہ۔

پاکستان نے امریکہ کے سارے مطالبے، اندرون ملک مکمل طور پر عوامی مخالفت کے باوجود، تسلیم کر لیے اور اس نے اسلامی ضمیر اور دینی حمیت و غیرت کے تمام تقاضوں کو نظر انداز کر دیا؛ کیوں کہ امریکہ نے اس کو سخت دھمکی دی تھی کہ اگر اس نے اس کے مطالبات نہیں مانے، تو اس کے نیوکلیائی پلانٹ کو نشانہ بنانے کے ساتھ ساتھ پورے ملک پر انتقامی حملہ کیا جاسکتا ہے اور اگر اس نے یہ مطالبات منظور کر لیے تو پاکستان کو ''خواطر خواہ'' مادی اور معنوی مدد کے ساتھ ساتھ اس پر عائد کردہ پابندیاں اٹھالی جائیں گی اور ہر طرح کی مراعات دی جائیں گی۔چناں چہ مطالبات کی منظوری کے

ساتھ ہی اقتصادی پابندیاں ہٹادی گئیں؛ بل کہ ایٹمی تجرباتی دھماکوں کے نتیجے میں عائد کردہ دوسری نوع کی پابندیاں بھی ختم کردی گئیں اور مختلف قسم کی مختلف المقدار مالی مدد دے دی گئیں یا ان کا وعدہ کیا گیا، کہ جیسے جیسے امریکی مفادات کے پورا ہونے کی رفتار آگے بڑھے گی، پاکستان کو مالی تعاون ملتا رہے گا؛ کیوں کہ اس نے آخر اسلامی ضمیر کو بیچا ہے اور ان اصولوں کی قربانی دینے کی سوچی ہے جن پر پاکستان کا قیام عمل میں آیا تھا، تو بیچارے کو اتنا کچھ بھی ہاتھ نہ آئے!۔

لوگ مجھ سے اس چیز کے حوالے سے رشک کرتے ہیں جس سے میں شاکی ہوں

قابل ذکر ہے کہ ۸۹،۶٪ عربوں اور مسلمانوں نے امریکہ کے ساتھ اس ظالمانہ اتحاد میں شرکت کو مسترد کردیا ہے۔ الجزیرہ انٹرنیٹ کے ذریعے، جو الجزیرہ چینل کا ذیلی ادارہ ہے، قدس پریس کی خبر کے مطابق رائے عامہ کے جائزے میں یہ بات سامنے آئی تھی کہ عربوں اور مسلمانوں کی زبردست اکثریت نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کیساتھ باطل اتحاد میں شرکت کی شدید مخالفت کی ہے۔ جبکہ ۱،۸٪ نے کہا کہ اس سلسلے میں اس کی کوئی رائے نہیں ہے اور ۲۰۸۳ کی مجموعی تعداد، جن سے سوالات کیے گئے تھے، کل ۸،۵٪ نے یہ کہا کہ مذکورہ اتحاد میں شرکت کی جاسکتی ہے۔ واضح ہو کہ اس ۸،۵٪ میں سارے سیکولر، کمیونسٹ، آزاد خیال اور وہ تمام مسلمان شامل ہیں جو دینی شعور یا اسلامی اخوت وغیرت کا کوئی معنی نہیں سمجھتے۔

پاکستان کے فوجی صدر جنرل پرویز مشرف تمام کوششوں کے باوجود، حالاں کہ اُنھوں نے افغانستان مخالف اور امریکہ موافق اپنی پالیسی کے لیے پاکستانی رائے عامہ کو اُپنا ہم نوا بنانے کے لیے حکومت کی ساری مشینری لگادی تھی اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے زور شور سے ان اعذار اور مجبوریوں کی تشہیر کی گئی تھی اور کی جارہی ہے، جن کی وجہ سے انھیں امریکی مطالبات کے سامنے سرنیاز خم کردینا پڑا، جن میں ان کے بہ قول پاکستان کے دیرینہ دشمن کی یہ تمنا اور منافست تھی کہ دربار عالی امریکہ اور جہاں پناہ شہنشاہ بوش کے حضور میں پاکستان کو جس اعلیٰ مقام سے سرفرازی ہوئی ہے کاش وہ رتبۂ بلند اسی کو نصیب ہوا ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ کی طرف سے پاکستان کی اس وقت جو پذیرائی ہوئی ہے اور اس سلسلے میں اپنے "رقیبِ بدخواہ" کی طرف سے اس کو جس رشک؛ بل کہ حسد کا سامنا ہے، اسکے حوالے سے عربی زبان کے شاعرِ دانا متنبّی کا مندرجۂ ذیل شعر اس کے حسبِ حال ہے اور اس کو زبان حال اور قال دونوں سے یہ شعر گنگنانے کا حق حاصل ہے:

مَاذَا لَقِيتُ مِنَ الدُّنيا و أَعْجَبُهُ

أَنّي بِمَا أَنَا شَاكٍ مِنهُ مَحسُودُ

(مجھے دنیا سے بھلا کیا ملا ہے؟ جب کہ میری دنیا کی فتوحات میں سب سے زیادہ قابلِ تعجب بات یہ ہے کہ مجھے جس چیز کا شکوہ ہے، اسی کے حوالے سے لوگوں کو مجھ سے حسد ہے)

خلاصہ یہ کہ مشرف صاحب کی تمام کوششوں کے باوجود، رائے عامہ کے جائزے کے مطابق صرف ۳۷٪ عوام نے اس مسلم پڑوسی ملک کے خلاف، امریکہ کی جارحانہ شیطانی جنگ کے اتحاد میں، اپنے ملک کی شرکت کو گوارا

کیا، جو مذہب، نسب، قبائلی اور قلبی رشتوں میں پاکستان کا ساجھے دار ہے، جب کہ ۶۳٪ لوگوں نے اس میں شرکت کو بالکلیہ مسترد کر دیا۔ یہ جائزہ جنگ سے پہلے لیا گیا تھا۔ جنگ شروع ہونے کے بعد ۹۰٪ عوام نے اس جنگ کی مخالفت کی اور اس کے خلاف تادمِ تحریر، سراپا احتجاج بنے ہوئے ہیں۔

امریکا کے ساتھ اتحاد کے حوالے سے علمائے امت کی رائے

امت کے علما نے کسی بھی مسلم ملک کے خلاف امریکہ کی جنگ میں، امریکہ کو کسی طرح کی سہولت دینے کو حرام قرار دیا ہے اور کسی بھی اسلامی زمین پر امریکیوں کی جارحیت والے اتحاد میں شرکت کو ناجائز ٹھہرایا ہے۔ شیخ الازہر ڈاکٹر سید طنطاوی نے فرمایا: ''کسی گروہ کو شواہد کے بغیر ملزم ٹھہرانا جائز نہیں، ایسا عمل حرام ہے'' مصر کے مفتی اعظم ڈاکٹر فرید واصل نے فرمایا: ''مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ تعاون علی البر والتقوی کریں اور کسی اسلامی ملک کے خلاف امریکا کے ساتھ گٹھ جوڑ نہ کریں'' رابطہ علمائے فلسطین نے ایک شرعی فتوی میں کہا: ''کسی بھی مسلمان کے لیے خواہ وہ حاکم ہو یا محکوم، جماعت ہو یا ملک، شرعاً یہ جائز نہیں کہ وہ امریکہ کی کسی صورت میں (خواہ اس کے شانہ بہ شانہ لڑنے کی صورت میں ہو، یا اس کے مشن کو آسان بنانے کی صورت میں ہو، یا اس کے لیے فضائی حدود، ہوائی اڈوں، فوجی اڈوں اور بندرگاہوں کی سہولت فراہم کرنے کی شکل میں ہو) اس لیے مدد کرے کہ وہ کسی مسلم ملک کے خلاف جارحانہ کارروائی کرے، جیسے افغانستان، پاکستان، یا عراق، یا سیریا، یا ایران، یا لبنان، یا مصر وغیرہ''

اردن کی علما کمیٹی نے کہا:

''مسلمانوں کے ملکوں پر جارحیت کے سلسلے میں ریاست ہائے متحدہ کے ساتھ تعاون، شرعاً حرام ہے اور یہ تعاون اللہ، اس کے رسول اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ خیانت ہے اور عظیم ترین گناہ کبیرہ میں سے ہے''

مشہور عالم دین اور مفکر اسلام ڈاکٹر یوسف قرضاوی نے اپنے ایک فتوی میں فرمایا: ''افغانستان کے خلاف امریکیوں کی جارحیت میں کسی اسلامی ملک کی طرف سے، انھیں کسی طرح کی سہولت دیا جانا حرام ہے'' انھوں نے افغان مسلمانوں اور کسی بھی ایسے مسلم ملک کے ساتھ مسلمانوں کے تعاون کو ضروری قرار دیا جس کو جارحیت کا سامنا ہو، جیسا کہ پہلے سوویت جارحیت کے خلاف مسلمانوں نے افغانیوں کا ساتھ دیا تھا۔

پاکستان میں تمام مقتدر علما نے افغانستان کے خلاف امریکا کے اتحاد میں شرکت و تعاون کو حرام قرار دیا۔ ایک مشترکہ بیان میں، جس پر مسلمانوں کے مختلف مکاتبِ فکر کے سیکڑوں علما کے دستخط ہیں کہا گیا ہے:

''امریکہ کی طرف سے افغانستان پر وحشیانہ حملے، اجتماعی دہشت گردی کی بدترین مثال ہیں، جن سے ہزاروں بے گناہ شہری شہید، زخمی اور بے گھر ہو رہے ہیں۔ امریکہ کی طرف سے نہ صرف افغانستان؛ بل کہ دوسرے ملکوں کو بھی نشانہ بنانے کے اعلان سے، اس کے اسلام دشمن عزائم بے نقاب ہو گئے ہیں... اس ظلم میں تعاون نہ شرعاً جائز ہے نہ

اخلاقاً اور نہ اسے عدل و انصاف کے مسلمہ اصولوں کے مطابق کہا جا سکتا ہے ...''

ہندوستان میں ۵۰۰ سے زائد چوٹی کے علما نے امریکی اور برطانوی مصنوعات کے بائیکاٹ کا فتویٰ دیا اور بہ ہر صورت امریکہ سے عدمِ تعاون کرنے کی اپیل کی اور امریکہ کے ساتھ تعاون کو، گناہ اور جارحیت میں تعاون قرار دیا۔ یہ فتویٰ جمعیۃ علمائے ہند کے استفتا کے جواب میں دار العلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور نے اپنے مقتدر علما اور مفتیوں کے دست خط سے شائع کیے، پھر اس پر ملک کے سیکڑوں علمائے کبار نے دست خط ثبت کیے۔ فتویٰ کا متن حسب ذیل ہے:

''۷/اکتوبر ۲۰۰۱ء سے امریکہ اور برطانیہ، افغانستان کے مسلمانوں پر میزائلوں اور بموں کے ذریعے جو وحشیانہ اور دہشت گردانہ حملے کر رہا ہے، وہ یقیناً کم زور مسلمانوں اور اسلام کے خلاف بربریت اور ظالمانہ عمل ہے؛ بل کہ امریکہ و برطانیہ کے مسلسل جارحانہ عزائم کا ایک حصہ ہے اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ یہ اسلام کے خلاف ایک منظم صلیبی اور صہیونی جنگ ہے، جس سے لاکھوں بے گناہ مسلمان، کم زور بچے اور عورتیں ہلاک و متاثر ہو رہے ہیں۔

''اس لیے اس وقت تمام مسلمانوں پر شرعی اعتبار سے اور تمام انصاف پسند برادرانِ وطن پر اخلاقی اعتبار سے لازم ہے کہ امریکہ و برطانیہ کا جس طریقے سے بھی ہو سکے، مقاطعہ (بائیکاٹ) کریں۔ ان کی مصنوعات کی خرید و فروخت سے کلی طور پر احتراز کریں؛ کیوں کہ یہ ظلم و عدوان میں تعاون ہے، جو شرعاً ممنوع اور ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ''

(المائدۃ/۲) چہارشنبہ ۲۹ر رجب ۱۴۲۲ھ/ ۱۷/اکتوبر ۲۰۰۱ء۔

کویت میں اسلام پسندوں نے، امریکی دہشت گردی کو مکمل طور پر مسترد کر دیا ہے اور انھوں نے صرف ایک شخص کی خاطر، جس پر الزام ثابت نہیں کیا جا سکا ہے، پوری مسلم قوم کے خلاف اعلانِ جنگ اور پھر باقاعدہ جنگ کی مذمت کی ہے۔ اسلام پسندوں نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ عدالت کا تقاضا تھا کہ نتائج کا انتظار کیا جاتا، مستند شواہد کے بعد فردِ جرم عائد کر کے پھر صاف شفاف طور پر مقدمہ چلایا جاتا، پھر کوئی کارروائی کی جاتی۔ انھوں نے طاقت ور لہجے میں کہا:

''اپنے ملک میں رہ رہے امن پسند مسلمانوں کے قتل کیلئے، کسی بھی بہانے اور اسباب کی وجہ سے تعاون دینا جائز نہیں''

سوڈان میں علمائے اسلام نے، مسلمان ملک افغانستان پر، امریکی برطانوی جارحیت کی مذمت کرتے ہوئے پرزور الفاظ میں کہا کہ ''امریکہ خود اسلام کا سب سے بڑا دشمن ہے اور فلسطینیوں کے خلاف اسرائیلی دہشت گردی کی سیاسی، عسکری، اقتصادی اور ابلاغی سطح پر سرپرستی کرتا رہا ہے۔'' انھوں نے افغانستان کے خلاف امریکہ کے اتحاد کو عالمی ظالمانہ عسکری حملہ قرار دیا۔

تاجکستان میں اسلام پسندوں نے افغانستان کے خلاف امریکی برطانوی جنگ کی مذمت کرتے ہوئے، اس کو بہ ذات خود ایک قسم کی دہشت گردی قرار دیا۔

فلسطین میں حماس تحریک (اسلامی تحریک مزاحمت) نے افغانستان کے خلاف امریکی برطانوی جارحیت کی پرزور مذمت کی اور کہا: ''ہم افغانستان اور اس کے نہتے مسلمان باشندوں کے خلاف اس کھلی ہوئی جارحیت کی مذمت کرتے ہیں اور اس کو مجرمانہ فعل قرار دیتے ہیں۔''

نیز پچاس سے زائد معروف عالمی اسلامی شخصیتوں کے دست خط کے ساتھ شائع شدہ ایک بیان میں (جس پر قطر کے ڈاکٹر یوسف قرضاوی، کویت کے شیخ عبداللہ علی المطوع اور مصر کے شیخ مامون الہضیبی وغیرہ کے دست خط ہیں) کہا گیا ہے کہ: ''دہشت گردی سے لڑنے'' کے نام پر کسی قوم کو، وہ بھی منتخب طور پر اور مشتبہ فرد کے سلسلے میں متعارف عالمی قانون کے رو سے یقینی طور پر الزام ثابت کیے بغیر، سزا دینے کی کوئی بھی کوشش بہ ذات خود ایک قسم کی دہشت گردی ہے، جس کو کسی طرح نہ تو گوارا کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس پر خاموش رہا جاسکتا ہے؛ کیوں کہ کسی مشتبہ آدمی کو سزا دینے سے قبل، اس پر الزام ثابت کرنا عالمی قانون اور انسانی برتاؤ کے اصول کا حصہ ہے۔''

امریکہ کا پاکستان پر دباؤ ڈالنے کی اصل وجہ

یہاں قاری کو یہ سوال کرنے کا حق ہے کہ افغانستان پر ضرب لگانے کے لیے، امریکہ نے بہ طور خاص پاکستان ہی پر کیوں دباؤ ڈالا؟ جب کہ اس کے بعض پڑوسی ممالک خصوصاً ہندوستان اس بات کے لیے بے تاب تھا کہ پاکستان کے بہ جائے اسی کو مرکزِ توجہ بنایا جائے۔ ہندوستان کے وزیر اعظم اور وزیر خارجہ نے اس سلسلے میں امریکہ کو رجھانے کے لیے ایسی ایسی اوچھی حرکتیں کیں کہ دنیا کے اتنے بڑے اور عالمی نقشے میں بہت سی حیثیتوں سے ممتاز ملک کے وقار کو داؤ پر لگا دیا۔ چناں چہ اس حوالے سے اخبارات نے حکومت پر شدید تنقید بھی کی جس کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

اس سوال کے جواب کے لیے ماہرین و مبصرین نے جو کچھ کہا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امریکہ کے فیصلہ سازوں کے پیش نظر اس سلسلے میں بہت سے مقاصد ہیں۔ وہ ایک تیر سے دو شکار نہیں؛ بل کہ کئی شکار کرنا چاہتے ہیں، جنھیں ذیل کے نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے:

۱- پاکستان کی افغانستان کے ساتھ طول سرحدیں ہیں، جن کی مجموعی مسافت ۲۵۰۰ کلو میٹر سے زائد ہے، لہٰذا امریکہ کی طرف سے اس علاقے میں کی جانے والی کارروائی کے لیے، ان سرحدوں کی غیر معمولی جنگی اہمیت تھی۔ امریکہ کو بہ خوبی اندازہ تھا کہ اگر وہ پاکستان کو قبضے میں کر لیتا ہے، تو اس کی عسکری کارروائی میں یہ سرحدیں اصل بنیاد فراہم کریں گی اور نہ صرف فضائی؛ بل کہ بری آپریشن کے لیے یہ سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہوں گی۔

۲- طالبان چوں کہ پاکستان کے ان مدارسِ اسلامیہ کی دین ہیں جن کا تسلسل پاکستان؛ بل کہ پورے بر صغیر میں اسلام کی اپنے اسپرٹ کے ساتھ بقا کی واحد ضمانت ہیں؛ اس لیے امریکہ نے سوچا کہ طالبان پر خود اس ملک کے ذریعے ضرب لگائی اس کے لیے ہر طرح فائدہ مند رہے گی۔ پاکستان کے ذریعے طالبان پر وار، دنیا کے مسلمانوں

کی نگاہوں میں (امریکہ کے عندیہ کے مطابق) اس کی شناعت کی شدت کو کم کرے گا؛ بغیر الزام کے ثبوت کے اس غیور مسلم ملک اور اس کے باشندوں کی تباہی کی ذمے داری میں تخفیف کرے گا؛ اسلامی رائے عامہ کی ناراضگی کا زور کم ہوگا؛ نام نہاد دہشت گردی کی جنگ میں اسلامی ممالک امریکہ کا ساتھ دینے میں کسی تردد کا شکار نہ ہوں گے؛ دنیا والوں کے سامنے "طالبانی دہشت گردی" کی خطرناکی اچھی طرح عیاں ہو جائے گی، جب وہ یہ دیکھیں گے کہ خود پاکستان نے، جو طالبان کا صانع اور پیدا کار ہے، ان سے آنکھیں پھیر لی ہیں اور ان کے خلاف امریکہ کے دوش بہ دوش لڑنے کے لیے تیار ہو گیا ہے، اپنی خشکی و تری و فضا اس کے حوالے کر دیا ہے، اپنے کئی ایک ہوائی اڈوں کو اس کی نذر کر دیا ہے، اور اپنے تمام ممکنہ ذرائع کو اس کی جھولی میں ڈال دیا ہے؛ بل کہ چند کھوٹے سکوں کے عوض اپنے آپ کو فروخت کر دیا ہے۔ اس طرح ایک بڑے اور انتہائی اہمیت کے حامل اسلامی ملک کے ذریعے، ایک اسلامی ملک کے سارے بال و پر کترنا، امریکہ کے لیے آسان ہوگا اور پھر دیگر مقاصد خود بہ خود حاصل ہو جائیں گے۔

۳- طالبان کے سلسلے میں پاکستان کے خفیہ اداروں کے پاس وسیع معلومات و اطلاعات کا ذخیرہ ہے، اگر امریکہ پاکستان کو جیت لیتا ہے، تو یہ ساری معلومات ان کے قبضے میں ہوں گی، ان کے بغیر طالبان اور افغانستان کے خلاف کوئی جنگ زیادہ کام یاب نہیں ہوسکتی۔

۴- سابق سوویت یونین کے خلاف افغانستان نے پاکستان کی مدد سے جو جنگ لڑی تھی، اس سلسلے کا بہت بڑا اور پختہ عسکری تجربہ پاکستان کو حاصل ہے، پاکستان پر کنٹرول کا مطلب، ان تجربات سے کما حقہ فائدہ اٹھانا ہے۔

"دہشت گردی کے خلاف جنگ" کے ڈرامے کا آغاز، امریکہ نے افغانستان ہی کے اسٹیج سے کیوں کیا؟

سوال یہ ہے کہ امریکہ نے اپنے صلیبی صہیونی منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کیلئے؛ سب سے پہلے افغانستان ہی کو کیوں چنا، اس نے دیگر اہداف کو نظر انداز کیوں کیا؟ اس سوال کا جواب مندرجۂ ذیل حقائق میں پوشیدہ ہے:

۱- برطانیہ کے اخبار گارجین (۱۵ راکتوبر ۲۰۰۱ء) نے لکھا ہے کہ چوں کہ ۱۱ رستمبر کے واقعے کا کوئی اور امکانی ملزم نہیں مل رہا اور اس واقعے کی کوئی اور قابل قبول توجیہ سامنے نہیں آ رہی؛ اس لیے لوگ یہ ماننے پر مجبور ہو رہے ہیں کہ اس حرکت کا ذمے دار اسامہ کے سوا کوئی اور نہیں!!

شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ نے (البلاغ کراچی) کے اپنے اداریے میں اس "تخیل" پر بہت خوب صورت اور درس انگیز تبصرہ کیا ہے:

"لیکن سوال یہ ہے کہ کیا کسی شخص کے خلاف دلائل کے "بے وزن" ہونے کے باوجود، محض اس بنا پر اسے مجرم قرار دیا جا سکتا ہے کہ کوئی اور مجرم نہیں مل رہا؟ دنیا میں عدل وانصاف کا کون سا نظام ہے جو اس منطق کو تسلیم کر سکے؟ یہ تو وہی بات ہوئی کہ پھانسی کا پھندہ کسی اور کے گلے میں فٹ نہیں آ رہا؛ اس لیے جس کسی کے گلے میں فٹ آئے، اس کو

پھانسی دے دو۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب حادثہ ہونے کے پہلے ہی لمحے ذہن میں یہ بات بٹھالی گئی کہ دراصل مجرم فلاں شخص ہے اور تحقیق و تفتیش کا تمام زور اسی پر صرف کر کے دوسرے ہر امکان سے نہ صرف آنکھ چرالی گئی؛ بل کہ دوسرے خطوط پر تفتیش کو آگے بڑھنے سے روک ہی دیا گیا، تو پھر کوئی دوسرا امکانی ملزم یا کوئی دوسری قابل قبول توجیہ سامنے کیسے آسکتی ہے؟"

مولانا مدظلہ نے جو بات کہی ہے کہ اس کی دلیل یہ بھی ہے واقعہ کے تیسرے ہی روز یعنی ۱۴/۹/۲۰۰۱ء کو، کولن پاول نے ایک پریس کانفرنس میں واضح لفظوں میں کہا کہ "ان ظالمانہ کارروائیوں کا اصل اور بڑا مشتبہ آدمی اسامہ بن لادن ہے۔"

بی بی سی لندن کی ۱۹/۹/۲۰۰۱ء کی سروس کے مطابق پاکستان کے سابق وزیر خارجہ نے بی بی سی کو بتایا کہ امریکہ نے انھیں وسط جولائی ۲۰۰۱ء میں یہ بتادیا تھا کہ وہ بن لادن اور طالبان کے خلاف وسط اکتوبر ۲۰۰۱ء تک فوجی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ اقوام متحدہ کے ماتحت "برلن" میں افغانستان کے سلسلے میں تشکیل کردہ رابطہ گروہ کے ممالک کی کانفرنس کے دوران، امریکہ نے انھیں اپنے منصوبے سے آگاہ کردیا تھا۔ گویا ۱۱ر ستمبر کا واقعہ امریکہ کے لیے اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے میں انتہائی مددگار ثابت ہوا۔

۲- مبصرین اور تجزیہ کاروں نے امریکہ کے مادی مقاصد کے دائرے میں یہ بات اجاگر کی ہے کہ ۱۹۹۱ء میں امریکہ نے جنگِ خلیج کا جو ڈرامہ اسٹیج کیا تھا، تو اس کے پیش نظر خلیجِ عربی کے علاقے میں اپنے پائے دار وجود کے لیے وجہِ جواز فراہم کرنا، تیل کی دولت کو لوٹنا اور اپنے ہاں اس کی ترسیل کی لائنوں کو محفوظ کرنا تھا۔ اسامہ بن لادن اور طالبان کے خلاف جنگ کے ذریعے وہ وسطی ایشیا کے علاقے میں اپنے اثر و رسوخ کو مستحکم کرنے اور وہاں اپنے ہمیشہ رہنے کیلیے راہ ہموار کررہا ہے؛ کیوں کہ اندازہ ہے کہ اس علاقے میں تیل کا زیرزمین ذخیرہ ہی آئندہ دنیا کی توجہ کا مرکز بننے والا ہے۔ امریکی ذرائع کا [illegible] ہے کہ بحرِ قزوین کے پانی کے نیچے تیل کا ذخیرہ سعودی عرب کی ریت کے نیچے پائے جانے والے تیل کے ذخیرے سے زیادہ نہیں تو برابر ضرور ہے۔

قابلِ ذکر ہے کہ ماضی میں امریکی اور مغربی سربراہوں کو "انرجی سیکورٹی" کے مسئلے سے کوئی دل چسپی نہ تھی؛ لیکن ۱۹۷۳ء کی عرب اسرائیل جنگ میں جب اسلام کے وفادار اور حرمین کے پاس دار بادشاہ شاہ فیصل بن عبدالعزیز شہید رحمۃ اللہ علیہ نے تیل کو جنگی اہمیت کے حامل زبردست ہتھیار کے طور پر استعمال کیا، تو مغربی ملکوں اور امریکہ کو تیل کی بے پناہ اہمیت کا اندازہ ہوا اور اس کے سرچشموں پر کنٹرول اور اس کو اِس علاقے میں اپنے مستقل طور پر اثر و رسوخ کے قیام کی فکر لاحق ہوئی۔ نیز اس وقت مغربی ملکوں کو بہ خوبی احساس ہوا کہ صرف خلیجی تیل پر بھروسہ کرنا خطرے سے خالی نہیں؛ لہٰذا امریکہ اور مغربی ممالک نے "محفوظ توانائی" پر توجہ دینی شروع کی اور انھیں خلیجی علاقوں کے متبادل کی

تلاش ہوئی۔ اس ضمن میں بحر قزوین کے میدان پر نظریں جمیں، جس کے متعلق امریکی رپورٹوں کا کہنا ہے آئندہ دسیوں برس کے لیے یہ ذخیرہ دنیا کے لیے کافی ہو سکتا ہے۔ (۱۲)

۳- اٹلانٹک معاہدے (OTAN) کے دائرے کی مشرقی علاقوں میں وسعت کاری اور ایک طرف چین، شمالی کوریا وغیرہ کی گھیرا بندی، دوسری طرف وسطی ایشیا میں امریکی جماؤ کے ذریعے روس کے دائرۂ اثر کو سمیٹنا۔

امریکہ کے معنوی مقاصد کے دائرے میں ذیل کے نکات نہایت اہم ہیں:

۴- طاقت کی میزان میں اس طرح ردو بدل کرنا کہ بہ جلد عظیم اسرائیلی مملکت کا قیام اور ہیکل سلیمانی کی تعمیر ممکن ہو۔ اسلامی ممالک کی حکومتوں کو اسلام پسندوں اور مذہبی جماعتوں کو کچلنے میں مصروف کرنے کے لیے، وہاں بے چینی، اضطراب اور خانہ جنگی کی کیفیت اس طرح پیدا کر دی جائے کہ انھیں اپنے مسائل پر قابو پانے کے لیے، پائے دار امریکی حمایت کی از خود ضرورت محسوس ہو اور بالآخر اسلام پسندی کا قلع قمع کر کے سیکولر اور مغربی طرزِ معاشرت والا معاشرہ تشکیل پا جائے۔

۵- اسلام پسندوں اور ''مذہبی جنونیوں'' کے ہاتھ میں پاکستانی نیوکلیائی پروگرام کے چلے جانے کا ہوا کھڑا کیا جائے اور خوب خوب اس کی تشہیر کی جائے، اتنی مرتبہ ذرائع ابلاغ میں دہرایا جائے کہ دنیا والوں کو اس پر فریب پرچار کے ایک سچائی اور حقیقت ہونے کا یقین ہو جائے اور پھر اس کو بہانہ بنا کر پاکستانی نیوکلیائی پروگرام کو چلتے چلاتے ختم ضرور کر دیا جائے۔ اس پس منظر میں یہ خبریں خاصی فکر انگیز اور معنی خیز ہیں کہ اسرائیل اور امریکہ کے کمانڈوز پاکستان کے ایٹمی پلانٹ پر بہ وقت ضرورت قبضہ کرنے کی سوچ رہے ہیں؛ بل کہ اصلاً قبضہ کر چکے ہیں اور اس وقت پاکستان کا اس پر عملاً کوئی عمل دخل نہیں ہے۔

۶- دنیا کے اسلامی اور غیر اسلامی دونوں کیمپوں کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ ۱۹۷۹ء میں جب سابق سوویت یونین افغانستان پر حملہ آور ہوا اور اس نے اپنی لاکھوں فوج افغانستان میں داخل کر دی، تو افغان کے شیر بچے سرخ طوفان کے فرزندوں کی سرکوبی کے لیے ایک جان ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس وقت چوں کہ سوویت یونین دنیا کی دو بڑی طاقتوں میں سے ایک تھی۔ اور امریکہ کا حریف تھی، دونوں کے درمیان سرد جنگ جاری تھی۔ امریکہ نے افغانیوں کی کھل کر مدد کی اور آخرش سوویت افواج کو شکست کھا کر وہاں سے جانا پڑا؛ بل کہ افغانستانیوں نے اس پر ایسی ضرب لگائی کہ اس کا وجود ہی ختم ہو گیا۔ آج روس اس کا ایک ناتواں وارث بنا ہوا ہے۔ سوویت یونین کے خلاف امریکی مدد کسی اخلاص پر مبنی نہیں تھی، امریکہ کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اول الذکر کی شکستِ فاش کے بعد اور یہاں چند سال کی خانہ جنگی کے بعد ''طالبان'' نام کے علمائے دین برسر اقتدار آ جائیں گے اور طوفان کی طرح سارے افغانستان پر چھا جائیں گے، پھر وہاں اسلامی امارت کے منہاج پر اور کتاب و سنت کی بنیاد پر اصلی اسلامی ریاست کو وجود بخشیں گے۔ امریکہ تو یہ سمجھے بیٹھا تھا کہ سوویت یونین کی شکست و ریخت کے بعد سیکولرزم کے رسیا، جمہوریت کا دم

بھرنے والے، مغربی تہذیب کے دل دادہ، آزاد خیال اور صرف نام کے مسلمانوں کو حکومت وانصرام کا موقع ملے گا۔ یہ لوگ امریکہ اور مغرب والوں کی مرضی سے کام کریں گے، ان کی حکومت ان کی پسند کی ہوگی؛ لیکن وہ اپنی حکومت کو ''اسلامی حکومت'' ہی کہیں گے اور دین کو کھلونا بنائے رہیں گے، اور اس کو ایک طرف اپنی انانیت اور خواہشات کی تسکین کے لیے اور دوسری طرف امریکہ اور مغرب کو خوش کرنے کے لیے ہتھکنڈے کے طور پر استعمال کریں گے۔ اس طرح افغانستان بھی دیگر اسلامی ملکوں ہی کی طرح کا ایک ''اسلامی ملک'' ہوگا اور اس کی حیثیت بھی انھی کی طرح ''جھاگ'' کی ہوگی، جو امریکہ کی مرضی کے بغیر ایک قدم بھی نہیں اٹھا پاتے، وہ چلتا ہے تو یہ چلتے ہیں اور اگر رک جاتا ہے، تو یہ بھی رک جاتے ہیں، اس کے کہے ہوئے ہر ''شعر'' کو خوش اَلحانی سے پڑھتے ہیں اور اس کے بنائے ہوئے ہر ''گانے'' کو جھوم جھوم کے گاتے ہیں۔ امریکہ کو یہ حق ہے کہ وہ عربی کے شاعر کا یہ حسبِ حال شعر پڑھا کرے:

وَمَا النَّاسُ إِلَّا مِنْ رُوَاةِ قَصَائِدِي

إِذَا قُلْتُ شِعْرًا أَصْبَحَ الدَّهْرُ مُنْشِدًا

(سارا عالم میرے قصیدوں کا ناقل وراوی ہے، جب بھی کوئی شعر کہتا ہوں، تو سارا زمانہ نغمہ سرا ہو جاتا ہے)

یا دوسرے شاعر کا یہ شعر پڑھے:

تَرَى النَّاسَ إِنْ سِرْنَا يَسِيرُونَ خَلْفَنَا

وَإِنْ نَحْنُ أَوْمَأْنَا إِلَى النَّاسِ وَقَفُوا

(تم لوگوں کو دیکھو گے کہ اگر ہم چلیں تبھی وہ چلتے ہیں اور اگر ہم اشارہ کر دیں تو سارے لوگ یکسر رک جاتے ہیں)

طالبان کا ناقابلِ معافی ''گناہ''

طالبان نے امریکہ کی آرزوؤں پر پانی پھیر دیا، وہ اس کے ''تنفیذی عملے'' کا روپ دھارنے اور ذلت کا طوق اپنے گلے میں ڈالنے کو تیار نہ ہوئے اور اس کی ہر بات کو ماننے سے انکار کر دیا اور اس کا یہ فیصلہ بالکلیہ مسترد کر دیا کہ افغانستان میں ''وسیع البنیاد'' حکومت قائم کر کے، طرح طرح کے لوگوں کو اپنے فاسد افکار وخیالات اور غیر اسلامی نظریات کے ساتھ اوپری آواز لگانے کا موقع دیں اور جمہوریے، سیکولریے، مغربیے اِباحیے امریکہ کی مرضی کے مطابق یہاں انڈے بچے دیا کریں۔

ڈاکٹر سامی محمد صالح الدلال نے لندن کے ہم عصر رسالہ ''البیان'' میں، افغانستان کا میدانی دورہ کرنے اور طالبان کے طرزِ حکومت کو مکمل طور پر پڑھنے کے بعد ''طالبان شریعت کے نفاذ اور تعمیرِ افغانستان کے درمیان'' کے عنوان سے انتہائی گراں قدر مضمون لکھا، جو میری معلومات کی حد تک کسی عربی قلم کار کی طرف سے سب سے ممتاز اور طالبان کی سمتِ سفر کی صحیح اور ٹھوس معلومات کے بعد لکھی جانے والی نمایاں تحریر ہے۔ ذیل میں ہم اس مضمون کے اہم

اقتباسات نقل کر رہے ہیں، جن سے یہ بھی اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ ساری دنیا خصوصاً امریکہ اور مغرب، طالبان سے اس قدر خوف زدہ کیوں ہیں۔ نیز ان کے پروپیگنڈے کے برعکس انھوں نے تعمیرِ افغانستان اور بنیادی ڈھانچے کی ازسرِنو تشکیل کا (دشمنوں کی ان کے خلاف مسلسل سازشوں کے باوجود) کتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے:

ڈاکٹر سامی لکھتے ہیں:

”اسلام اور مسلمان دشمن عالمی طاقتوں نے، افغانستان میں سچی اسلامی حکومت، جس کی جامع اساس دینِ قویم پر ہو، کے قیام کو روکنے کے لیے ہر طرح کے جتن کیے؛ لیکن طالبان نے ان کی ایک نہ چلنے دی اور اپنی اسٹیٹ کی بنیاد کتاب اللہ و سنت رسول اللہ پر رکھی، اور اسلامی ملک کی تشکیل میں انھوں نے حتی المقدور سعی کی۔ اس سلسلے میں ان کی مندرجۂ ذیل کوششوں اور اکتسابات کو بہ طور خاص ذکر کیا جاسکتا ہے:

۱۔ مغربی جمہوریت کے بدلے انھوں نے شوریٰ کے ادارے کا اِحیا کیا۔

۲۔ داخلہ اور خارجہ پالیسی کو ولاء و براء کی بنیاد پر استوار کیا یعنی اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ وفاداری اور ان کے دشمنوں سے اظہار براءت پر۔

۳۔ مغربی طرز کی سول عدالتوں کو کالعدم کر کے شرعی عدالتیں قائم کیں۔

۴۔ شرعی حدود نافذ کیے۔

۵۔ عورتوں کو حجاب کا پابند بنایا اور مرد و زن کے اختلاط کو ختم کیا۔

۶۔ تمام سودی بینکوں اور معاملات کو منسوخ کر کے اسلامی بینک قائم کیے۔

۷۔ سارے تعلیمی، صحتی اور مالی وغیرہ اداروں میں اسلامی شریعت کے مطابق عورتوں کے حقوق بہ حال کیے۔

۸۔ کام کے مواقع کو یقینی بنانے کے لیے سعی کی، بے کاری کو ختم کیا اور افغانستان کی اسلامی اسٹیٹ نے اس میدان میں بڑی پیش رفت کی۔

۹۔ امن و سلامتی کو مستحکم کیا اور اسٹیٹ کا رعب و داب بہ حال کیا۔

۱۰۔ باغیوں اور سرکشوں کی بلاتکان سرکوبی کی۔

۱۱۔ تمام صوبوں میں ہر قسم کی ضروری؛ بل کہ ترقیاتی سروسیں بہ حال کیں۔

۱۲۔ تباہی خیز خرابیوں سے پاک معاشرے کی تعمیر کی، جس میں معاصی اور سیئات کی ہر طرح حوصلہ شکنی ہوئی اور اچھائیوں اور نیکی کے کاموں کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔“

ڈاکٹر سامی طالبان کی مذکورہ کام یابیوں کے اسباب کا جائزہ لیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''طالبان کے لیے یہ سارا کچھ اس لیے ممکن ہوا کہ انھوں نے شراب اور شراب خانوں کا خاتمہ کیا، خشخاش اور ہر قسم کی منشیات کی کاشت پر پابندی عائد کی، لہو ولعب اور آرٹس کی تمام شکلیں ممنوع قرار دیں، جن سے گھاٹا اٹھانے والے دین بیزار لوگوں کو دل چسپی ہوا کرتی ہے۔ فن و آرٹ کا تعلق آلات طرب سے ہو یا دیگر مختلف قسم کے آلات سے، ممنوع قرار دیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گانے والوں اور گانے والیوں کا، ناچنے والوں اور ناچنے والیوں کا اور ان کے ہم سفر بگاڑ پیدا کرنے والوں و بگاڑ پیدا کرنے والیوں کا بازار ٹھنڈا پڑ گیا۔ آپ کو انتہائی خوش گوار معلوم ہوگا کہ آپ افغانستان کے شہروں اور دیہاتوں میں گشت لگائیں، تو آپ کو معاصی کی تمام قسموں سے یہ پاک نظر آئیں گے۔ عورتیں باپردہ، مرد شرعی داڑھی کے ساتھ نظر آئیں گے۔ لوگوں کی آنکھوں سے اطمینان و سکون جھلکتا ہوا محسوس ہوگا، چہرے پر انبساط کی لکیریں نمایاں ہوں گی، سارے لوگ اپنے کاروبار میں لگے ہوں گے اور اپنے اپنے کام سے آپ کسی کو خالی نہ پائیں گے۔ جب کہ وہ طالبان کے دور سے پہلے ایک دوسرے کے دشمن تھے۔

ان سب باتوں کی وجہ سے مسجدیں آباد ہو گئی ہیں، بازاروں میں رونق لوٹ آئی ہے، اپنی سرگرمیوں کے لیے سعی کرنے والوں سے سڑکیں پُر نظر آتی ہیں، طرح طرح کی گاڑیاں اور ذرائع نقل و حمل سے راہیں آباد ہو گئی ہیں، خصوصاً ٹیکسیوں سے۔ ٹرکوں کے ذریعے افغانستان کے تمام شہروں کے درمیان تجارتی سرگرمیاں زوروں پر ہیں، حالاں کہ پختہ سڑکوں کا روسیوں کی بم باری، میزائلس، ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں سے، جو حال ہو گیا تھا اس کے اثرات اب تک باقی ہیں۔

طالبان کی مذکورہ کامیابیوں اور واضح کام رانیوں کو دیکھ کر تمام افغانیوں نے (سوائے ان کے، جن کے دل خدا نے کج کر دیے تھے) سابقہ آپس میں دست و گریبان افغان مجاہدین حکم رانوں اور طالبان کی حکم رانی اور کارکردگی کے درمیان واقعی اور زبردست فرق کو محسوس کرتے ہوے، طالبان پر جان و دل چھڑکنے کے لیے تیار ہو گئے؛ کیوں کہ انھیں طالبان کی شکل میں وہ چیز مل گئی، جسکی انھیں سوویت یونین کی شکست اور کمیونسٹوں کے خاتمے کے بعد، تلاش تھی۔

ڈاکٹر سامی فرماتے ہیں:

''انھی اسباب کی وجہ سے، جن کا تذکرہ کیا گیا اور دیگر وجوہات کی بنا پر سارے قبیلوں اور نسلوں کے افغانی، فرماں برداری اور اِطاعت شعاری کے جذبے کے ساتھ، طالبان کے گرد جمع ہو گئے۔ لائقِ توجہ ہے کہ افغانی قوم کی طرف سے طالبان کی اِس درجہ پذیرائی اور ان کی تابع داری کی وجہ سے حفاظتی پہرے، یا سیکورٹی پٹرولنگ کی بہت کم ضرورت رہ گئی ہے؛ کیوں کہ سارے لوگ امیر المومنین (ملا محمد عمر) کے احکامات کی محبت اور رعب کے ملے جلے جذبات کے ساتھ بجا آوری کرتے ہیں۔ اگر دنیا کے ملکوں کا دستور ہے کہ وہاں کرفیو (Curfew) کا نفاذ ٹینکوں، بکتر بند گاڑیوں اور فوج اور پولس کے دستوں کے ذریعے سڑکوں اور گلیوں پر کنٹرول کے بغیر نہیں ہو پاتا، تو افغانستان میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے؛ کیوں کہ افغانی عوام امیر المومنین کے اس حکم کی از خود بجا آوری کرتے ہیں کہ دس بجے رات سے صبح

کے پانچ بجے تک خود ہی گھروں سے بلاضرورت باہر نہیں نکلتے، لہٰذا کسی مرکزی سڑک پر بھی حفاظتی گشت کی ضرورت نہیں ہوتی، چہ جائے کہ اندرونی گلیوں میں۔ حد یہ ہے کہ منافقین قسم کے لوگوں کو بھی کسی حرکت کی جرأت نہیں ہوتی، اللہ پاک نے ان کے دلوں میں اسلام کا رعب اور شرعی سزا کا خوف ڈال دیا ہے۔ سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ سلطان کے ذریعے (بسا اوقات) ان باتوں سے (لوگوں) کو روک دیتا ہے، جن سے قرآن کے ذریعے نہیں روکتا۔''(۱۷)

جب دشمنوں خصوصاً امریکہ نے دیکھا کہ طالبان افغانستان کو ''سوئے حرم'' لیے جارہے ہیں اور صحیح اسلامی حکومت کی سمت میں محو سفر ہیں، دشمنوں اور امریکا کے ہاتھ سے لگام چھوٹ چکا ہے اور ان کے اشاروں کو حرف بہ حرف روبہ عمل لانے والی اطاعت گزار حکومت کے قیام کا امکان افغانستان میں طالبان کے ہوتے ہوئے، کسی طرح ممکن نہیں ہے، تو انھوں نے طالبان کو ان گنت طریقوں سے بدنام کرنے کی سوچی اور ان پر جو الزامات عائد کیے، وہ ڈاکٹر سامی کے الفاظ میں مندرجۂ ذیل ہیں:

۱- دشمنوں کے نہ چاہنے کے باوجود طالبان نے افغانستان کو تہذیبِ جدید کی چکاچوندھ کرنے والی ''روشنی'' سے محروم کردیا ہے اور شریعت اسلامی کی زبردست ''تاریکی'' میں مبتلا کردیا ہے۔

۲- عورتوں کو تعلیم و تعلم سے محروم کردیا ہے، انھیں گھر کی چہاردیواری میں بند کردیا ہے، مدارس و جامعات کے دروازے ان پر بند کردیے ہیں۔

۳- عورتوں کو بیرونِ خانہ کام کرنے اور مختلف قسم کے پیشوں میں لگنے سے روک دیا ہے۔

۴- عورتوں کو رونقِ بزم اور شمعِ انجمن ہونے سے منع کردیا ہے۔ اور ان کو پردے کا پابند بنادیا ہے۔

۵- سارے افغانستان میں شراب نوشی اور اس کا کاروبار بند کردیا ہے۔

۶- اسٹیجوں، رقص گاہوں اور کیف و سرور کی جگہوں کو بند کر کے وہاں موسیقی اور گانوں پر پابندی عائد کردی ہے۔

۷- (سب سے بڑا اور اہم الزام یہ تھا کہ) ''دہشت گردوں'' کو پناہ دے رکھی ہے اور مجاہدین کی ٹریننگ کی جارہی ہے۔

۸- منشیات کی زراعت کروائی جارہی ہے اور دنیا کے مختلف ملکوں میں انھیں برآمد کیا جاتا ہے (حالاں کہ افغانستان کی پوری تاریخ میں صرف طالبان ہی نے پہلی مرتبہ منشیات کی کاشت پر مکمل پابندی عائد کی، گونگے شیطان کی طرح کے باخبر عالمی ذرائع ابلاغ کو اس کا بہ خوبی علم ہے)

۹- (سب سے بڑا گناہ طالبان کا دشمنوں کی نگاہ میں یہ ہے کہ) وہ عالمی قوانین اور بین الاقوامی ضابطوں کی پابندی نہیں کرتے۔

۱۰- (سارے گناہوں کا خلاصہ یہ ہے کہ) اسلامی مفادات اور قضایا کی پاس داری کرتے ہیں، خصوصاً فلسطینی

انتفاضہ کی اور فلسطین کی آزادی کی۔

قارئین کرام کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ان الزامات میں کوئی سچائی نہیں، ان میں الفاظ سے کھیلا گیا ہے اور حق کو باطل اور باطل کو حق بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ الزامات محض اِفترا، کذب اور بہتان ہیں؛ بل کہ ان میں سے اکثر الزامات؛ بل کہ سارے الزامات طالبان کے لیے سرمایۂ افتخار ہیں اور ایک اسلامی اسٹیٹ کے لیے عظمت وعزت کا تاج ہیں۔

اور طالبان کو اکبر مرحوم کا یہ زندہ و پائندہ شعر گنگنانے کا حق ہے:

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اِس زمانے میں

اندرونی و بیرونی دشمنوں کو معلوم ہے کہ طالبان کی بقا میں ان کی فنا کا سامان موجود ہے

عالمی میڈیا نے جس پر صلیبیوں اور صہیونیوں کا کنٹرول ہے، صحافت، رسالوں، اخبارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ، فضائی آلات اور تاثیر کے ذرائع، مفسدہ پردازی کے وسائل اور ذہنوں کو ماؤف کرنے اور حقیقت پر تاریکی کی دبیز تہ چڑھا دینے والے سارے عمل کے ذریعے؛ بار بار اور طاقت کے ساتھ ان الزامات کی جگالی کی، مسلسل چبایا، دہرایا؛ بل کہ ان کی قے کی؛ حتی کہ طالبان کو ۹۵٪ افغانستان پر مکمل، عادلانہ اور قانونی کنٹرول کے باوجود، صرف تین ملکوں نے قانونی طور پر تسلیم کیا، جن میں سے دو نے طالبان کے خلاف امریکہ کی طرف سے آتش و آہن اور بموں اور میزائلوں کی بارش کے ساتھ ہی سجدۂ سہو کرتے ہوئے سفارتی تعلقات ختم کر لیے۔ صرف ایک ملک پاکستان نے بہ ظاہر سفارتی تعلقات بہ حال رکھے کہ اس کی امریکہ کو اپنی جنگ میں غالباً اشد ضرورت تھی؛ اس لیے 'حضور والا'' کے حکم سے ظاہراً یہ تعلقات ختم تو نہیں کیے گئے؛ لیکن اب افغانستان کے قونصل خانوں اور سفارتی حکام پر آہستہ آہستہ ''زبان بندی کا دستور'' اور سفارتی سرگرمیوں سے اجتناب کرنے کا جو اصول نافذ کیا جا رہا ہے، اس کی روشنی میں افغانستان پاکستان کے سفارتی تعلقات بے معنی ہو کر رہ گئے ہیں اور اب آخری خبر یہ ہے کہ پاکستان میں طالبان کی نمائندگی کے سارے دفاتر بند کر دیے جانے کا حکم پاکستان نے صادر کر کے، پاکستان میں طالبان کے سفیر ملا عبد السلام ضعیف کو اس سے آگاہ کر دیا ہے۔

سارے دشمن خصوصاً ان کے سربراہ امریکہ اور امریکہ کے سب سے بڑے مؤید لنگڑے، لولے، بہرے، گونگے، اندھے اقوام متحدہ نے روزِ اول سے یہ طے کر لیا تھا کہ ہر قیمت پر اور ہر ممکن طریقے سے طالبان کو ختم کرنا ہے، چناں چہ ان کے خلاف زہریلے پروپیگنڈے کے ساتھ ساتھ، ان پر ہر طرح کی پابندی عائد کی گئی، افغانستان کی بری اور فضائی جکڑ بندی کی گئی، وہاں کے عوام کو عبرت ناک سزا دی گئی، افغانی عوام کو بھوکوں تڑپایا گیا اور زندگی کے تمام

وسائل سے محرومی کو یقینی بنایا گیا۔ ان کی موت، تباہی اور خاک وخون میں لوٹنے، خانماں برباد ہونے، دردر کی ٹھوکر کھانے، رونے، کراہنے اور صرف آہوں اور گرم گرم آنسوؤں کا گھونٹ پیتے رہنے اور انسانوں کی انسانیت سے ان کے آخری حد تک مایوس ہوجانے کا سامان فراہم کیا گیا اور یہ سب کچھ صرف ایک کام کے لیے کہ طالبان کو بدنام کیا جائے کہ وہ افغانی عوام کے قاتل ہیں اور یہ صرف اس گناہ کی پاداش میں کہ طالبان مثالی اسلامی حکومت کے قیام کی راہ پر ''دائیں'' ''بائیں'' دیکھے بغیر کیوں محو سفر ہیں؟!۔

ہاں امریکہ اور سارے دشمنوں کو (جن میں یورپی اتحاد، روس، سوویت یونین کے بکھرنے کے بعد آزاد ہونے والی جمہوریائیں، فلسطین کی ناجائز یہودی مملکت، یہودیوں صلیبیوں کا گھونسلا یعنی اقوام متحدہ، ساری دنیا کے سیکولر مزاج مسلمان اور اکثر نام نہاد ''اسلامی ممالک'' وغیرہ شامل ہیں) یہ معلوم تھا کہ طالبان کی بقا میں ان کی موت کا سامان موجود ہے؛ کیوں کہ طالبان کی حکومت اسلامی شریعت پر قائم ہے، جو اپنے اسلامی مزاج میں ممتاز ہے، طالبان کام کرتے ہیں صرف دعوے نہیں کرتے۔ طالبان ان لوگوں میں حیرت ناک طریقے سے مقبول ومحبوب ہو رہے ہیں جو ایک ایسی اسلامی ریاست کے قیام کے شدید خواہش مند تھے، جس سے اِس انسانی دنیا میں مسلمانوں کا وقار واعتبار بہ حال ہو، جو اسلام کے خلاف پل پڑی ہے۔ طالبان کی طاقت کا سرچشمہ ان کا اپنے خدا پر مخلصانہ وموحدانہ طاقت ور ایمان ہے، نیز ان کی طاقت کا منبع زندگی کے تمام گوشوں میں دین پر سختی سے عمل اور دعائے سحر گاہی ہے اور وہ اخلاص ہے جو اس وقت کبریتِ احمر سے زیادہ نایاب ہے اور نبی کی مردہ سنتوں کا احیا ہے۔

ان ساری مذکورہ طاقتوں کو معلوم تھا کہ طالبان کی بقا کا مطلب ان سبھوں کے لیے ایک یقینی خطرہ ہے۔ طالبان کی بقا کا مطلب حقیقی مؤثر اسلامی تحریک کا تیزی سے آگے بڑھنا ہے، طاقت ور اسلامی لہر کا چڑھاؤ ہے، جس سے مغرب کا بہ طور خاص دل دہلتا ہے اور جو باطل کے تمام گھروندوں کو بہالے جانے کی طاقت رکھتی ہے اور دشمنوں کے سارے ''لات'' ''عزیٰ'' اور ''منات'' کے اوندھے منہ گر جانے کا سبب بن سکتی ہے —— لہٰذا طالبان کے، جن کو اس بوتل میں بند کر دینا ضروری ہے جس سے وہ نکل کر ساری دنیا کو خوف زدہ کر رہا ہے!۔

۱۱ر ستمبر ۲۰۰۱ء کا واقعہ امریکہ کے لیے ایک بھیانک اور دہلا دینے والا زلزلہ تھا۔ اس واقعے کا انتقام لینا ضروری تھا؛ لیکن امریکہ کس سے انتقام لے؟ واقعہ کے واقعی مجرم کا اسے یا تو پتہ نہیں چل سکا یا اس نے بالقصد اسے مخفی رکھا۔ اخفا کا یہ عمل کسی غرض سے تھا یا ''مرض'' سے یا دونوں وجہ سے (اور یہی زیادہ صحیح ہے)۔ امریکہ نے اسلامی اور عربی افراد اور تنظیموں پر نہ صرف شبہے کا اظہار کیا؛ بل کہ بلا تحقیق انھیں واقعی ملزم بھی بنا ڈالا۔ اس سلسلے میں اس نے کچھ عربی اسلامی نام وضع کیے اور ڈھیلی ڈھالی غیر مربوط کڑیوں والی تفتیش کے بعد یہ اعلان کر دیا کہ ۱۹ افراد پر اسے شبہ ہے۔ پھر اس نے یہ اعلان کیا کہ ''شواہد'' بتاتے ہیں کہ یہ اسامہ بن لادن کی ''القاعدہ'' تنظیم کے لوگ ہیں اور اسامہ چوں کہ طالبان کی سرپرستی

میں افغانستان میں رہتے ہیں؛ اس لیے اسامہ اور طالبان دونوں مجرم ہیں۔ اب امریکہ نے طالبان سے اسامہ کو مانگنا شروع کیا۔ طالبان نے شواہد طلب کیے؛ تاکہ اسامہ کو تیسرے ملک کے حوالے کر کے منصفانہ مقدمہ چلایا جاسکے؛ لیکن امریکہ نے اپنے جعلی شواہد صرف اپنے چند دوستوں اور حلیفوں کو دکھائے اور طالبان سمیت دیگر سارے عالم سے یہ کہہ دیا کہ یہ حساس نوعیت کے ہیں؛ لہٰذا ہر کس وناکس کو نہیں دکھائے جاسکتے۔

الغرض واقعے کے کئی ہفتے بعد تک امریکہ کے صدر اور دیگر حکم راں، طالبان کو خصوصاً اور اسلامی ملکوں کو عموماً دھمکیاں دیتے اور آنکھیں دکھاتے رہے، چیلنج کرتے رہے اور کڑکتے گرجتے رہے، اور دنیا کے ملکوں خصوصاً ایشیائی ملکوں کو اس طرح بلوتے رہے جیسے گوالا دودھ کو بلویا کرتا ہے۔ اس طرح چنگھاڑتے رہے جیسے جنگل میں زخمی شیر، جس کے سامنے جنگل کے سارے جان ور مارے خوف کے دبک جاتے ہیں۔ چناں چہ دنیا کے ''جنگل'' کے سارے ''جان ور'' امریکی شیر کی چنگھاڑ سے بھی بری طرح خوف زدہ ہوکر دم دبا کر بیٹھ گئے۔

اب انھوں نے اپنے بیڑے (اللہ ان کا بیڑا ہمیشہ کے لیے غرق کرے) طیارے، میزائلس، گولہ بارود، بم، جنگی ساز وسامان اور سائنس کی نئی سے نئی فتوحات اور ٹکنالوجی کی جدید ترین بخشائشوں کے ساتھ، افغانستان کو بحر و بر سے گھیرے میں لے لیا اور ۱۹-۲۰ / رجب ۱۴۲۲ھ = ۷-۸ / اکتوبر ۲۰۰۱ء یک شنبہ دوشنبہ کی درمیانی شب کے تقریباً ۹ بجے (افغانستان کے مقامی وقت کے مطابق) سے تابڑتوڑ ہوائی حملے شروع کردیے۔

طویل جنگوں، جان لیوا بھک مری، خاک آلودہ کرنے والی غربت، پس ماندگی اور طرح طرح کے امراض سے تباہ حال افغانستان پر امریکہ نے بموں، میزائلوں اور آگ و تباہی کی موسلا دھار بارش برسانی شروع کردی۔ افغانستان کے چپے چپے کو موت، بدنصیبی، محرومی، خانماں بربادی اور دربدری کے تباہ کن اثرات سے پاٹ دیا۔ جارحیت، بربریت اور ظلم وستم کی کوئی ایسی شکل نہیں جو اس نے اختیار نہ کی ہو۔ طالبان اور القاعدہ کے ٹھکانوں طالبان کے کم زور اور فرسودہ اسلحہ خانوں کے ساتھ ساتھ مسجدوں، ہوائی اڈوں، اسپتالوں، کلینکوں، دواخانوں، بس اڈوں، مواصلات اور بے گناہ شہریوں، مریضوں، بچوں، بوڑھوں اور نمازیوں کو نشانا بنایا۔ ان باتوں کی اقوامِ متحدہ، حقوقِ انسانی کی تنظیموں اور دنیا کے بہت سے ذرائع نے تصدیق کردی ہے۔ بعض بعض نشانوں پر اتنی بار بم برسایا گیا کہ وہاں کی جگہیں ہمیشہ کے لیے ہر اعتبار سے ناکارہ ہوگئیں۔ عام تباہی والے کئی کلومیٹر تک کو خاکستر کردینے والے بم افغانیوں کو بھسم کردینے کے لیے برسائے گئے۔ نحیف آواز میں حقوقِ انسانی کی تنظیموں نے کچھ تنقید کی، تو سنی ان سنی کردی؛ کیوں کہ آقا کو یہ حق ہے کہ وہ جو چاہے کرے غلامانِ جہاں کو احتجاج کا حق نہیں۔

اس وقت ۱۰/۱۱/۲۰۰۱ء (۲۳/شعبان ۱۴۲۲ھ بروز شنبہ) کو ۲۵ دن گزرنے کے بعد، مذکورہ ساری کارروائیاں طالبان کی کلائیاں نہ موڑ سکیں۔ وہ طالبان جن میں ایمان باللہ اور خدا پر بے نہایت اعتماد کی عظیم طاقت

حاصل ہے، حتی کہ امریکہ کے حکم رانوں کو اعتراف کرنا پڑا ہے کہ طالبان اب تک ہمارے لیے ناقابل تسخیر ثابت ہو رہے ہیں۔

مادہ پرست صلیبی صہیونی امریکہ کو بھلا، طالبان کی طاقت کے خزانے کا کیا ادراک ہوسکتا ہے اور امریکہ ہی کی طرح دیگر مادہ پرست، جو ہر چیز کو مادی اسباب کی عینک سے دیکھتے ہیں، طاقت کے ان کے اصلی خزانے کو محسوس نہیں کر سکتے۔ ان کی طاقت کا سرچشمہ وہ غیر معمولی اور توانا ایمان ہے جس کی وجہ سے وہ موت سے نہیں ڈرتے؛ بل کہ خود موت ان سے ڈرنے لگی ہے۔ وہ جانتے ہیں موت کو پس گردی کے ذریعے نہیں؛ بل کہ پیش قدمی کے ذریعے دبوچا جاسکتا ہے، ان کی زبان حال پر ہمیشہ یہ شعر رہتا ہے:

تَأَخَّرْتُ أَسْتَبْقِي الْحَيَاةَ فَلَمْ أَجِدْ
لِنَفْسِي حَيَاةً مِثْلَ أَنْ أَتَقَدَّمَا

(زندگی بچانے کے لیے میں نے پس روی سے کام لیا، تو مجھے (جلد ہی اندازہ ہو گیا کہ) زندگی کا راز میری پیش قدمی میں پوشیدہ ہے)۔

آج ہاتھی اور چینٹی کی جنگ جاری ہے۔ ہاتھی چینٹی کو روند سکتا ہے اور اس کو پیس کے مار سکتا ہے؛ لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ چینٹی ہاتھی کی سونڈ میں گھس کر اس کے لیے جان لیوا ثابت ہوتی ہے خصوصاً جب "چینٹی" کو خدا کی مدد حاصل ہو اور اس کی توفیق اس کے ہم رکاب ہو۔ "ہاتھی" کے ساتھ سارے عالم کے ہاتھی، کتے، بھیڑیے اور لومڑیاں اکٹھی ہوگئی ہیں۔ ناتواں اور خرد چینٹی کے ساتھ غالب رہنے والے زبردست خدائے واحد کے علاوہ کوئی نہیں، وہ خدا جو ہر مظلوم کا ہم نوا اور ہر بے سہارے کا سہارا ہوتا ہے۔ آنے والا دن ہی بتائے گا کہ خدائے قادر و قیوم کی کیا مرضی ہے؟

میری زندگی کا سب سے حیرت ناک مسئلہ

مجھے اپنی زندگی میں جو پانچویں دہے کو پار کیا چاہتی ہے، کبھی اتنی حیرت ناک بات کا سامنا نہ ہوا کہ ایک دو ملکوں کو چھوڑ کر، سارے اسلامی ملکوں نے امریکہ کے رویے کے سلسلے میں چپ سادھ لی، کسی نے زبان سے ایک حرف بھی ادا کرنے کی زحمت نہیں کی۔ کسی ایک نے امریکہ سے یہ تک نہ کہا کہ وہ کم از کم اتنا انتظار کرے کہ اس کو ایسے قطعی شواہد ہاتھ آجائیں کہ جن کے ذریعے وہ اسلامیانِ عالم کو کسی نہ کسی درجے میں مطمئن کر سکے کہ افغانستان کے طالبان اور اسامہ مجرم ہیں، پھر اس کے لیے دنیا کے سب سے زیادہ محروم و بیکس ملک پر جہنم کا منظر پیش کرنے والی جنگ تھوپ سکے۔ حد یہ ہے کہ چہار شنبہ ۲۳ / رجب ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۰ / اکتوبر ۲۰۰۱ء کو، قطر کے دارالحکومت دوحہ میں منعقد ہونے والی اسلامی ملکوں کی وزرائے خارجہ کانفرنس نے، جو افغانستان پر امریکہ کے ہوائی حملوں کے آغاز کے تین دن بعد ہوئی، افغانستان پر بلا دلیل امریکہ کی جارحانہ جنگ کی ہلکی سی مذمت کے لیے بھی، کوئی ایک لفظ استعمال نہیں کیا؛ بل کہ اس کارروائی کی ۵۶

اسلامی ملکوں نے مکمل حمایت کا اظہار کیا اور اپنی کم زوری کو چھپانے اور مسلم امت کے سامنے اپنی جھینپ مٹانے کے لیے اپنی قرارداد کے دفعہ نمبر ۱۱ میں صرف یہ کہا کہ ''امریکہ اگر دہشت گردی کے خاتمہ کے بہانے کسی اور عربی یا اسلامی ملک کو نشانہ بنائے گا تو یہ ہمیں منظور نہ ہوگا اور یہ کہ کانفرنس کو دہشت گردی کے مقابلے کے نتیجے میں، افغانستان میں بے گناہوں کے کشت وخون پر تشویش ہے۔ کانفرس افغانستان کی ایکتا اور اکھنڈتا، نیز اس کی اسلامی شناخت کی بقا کی ضرورت پر زور دیتا ہے۔''

قارئین کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ مذکورہ بالا الفاظ انتہائی بے جان ہیں اور ڈھیر سارے اسلامی ممالک کے چوٹی کے قائدین کے معیار سے انتہائی کم تر ہیں، حالاں کہ اگر یہ ممالک بہ یک زبان کوئی بات کہتے اور موجودہ صورتِ حال کے مطابق جرأت مندانہ عالی قدر متحدہ موقف اختیار کرتے، تو یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ امریکہ، طاقت و ترقی کی اپنی ساری خرمستیوں کے باوجود، ساری اسلامی دنیا کو بہ یک وقت چیلنج کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔

ہمیں یقین تھا اور ساری اسلامی دنیا اس کی منتظر تھی کہ موجودہ شدید تر اور نازک تر حالات، اسلامی صفوں کے اتحاد واشتراک پر منتج ہوں گے اور قومِ مسلم کے یہ قائدین عاجلانہ اور مادی مفادات سے کسی درجہ اوپر اٹھ کر، اُس امت مسلمہ کے وقار کو مدنظر رکھ کر، کوئی فیصلہ لیں گے، جو پیروی کے لیے نہیں؛ بل کہ پیش وائی کے لیے معرضِ وجود میں لائی گئی تھی اور ظلم وذلت کو سہنے کے لیے نہیں؛ بل کہ خوددار اور جہاں گیر وجہاں دار بنائی گئی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ اِن نازک حالات سے پہلے ہم تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ ساری اسلامی دنیا کے قائدین امریکہ سے اس درجہ خوف زدہ ہیں! یا یہ کہ وہ ہم عوام سے بھی زیادہ کم عقل اور کند ذہن ہیں کہ اسلام اور مسلمانوں پر کاری ضرب لگانے والی صہیونی صلیبی سازش سے قطعاً نابلد ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ امریکہ اور مغربی طاقتوں کا اصل ہدف مشرقِ اسلامی کی تباہی، اسلامی قوموں کی تسخیر اور ان کی دولتوں اور وسائل کی لوٹ کھسوٹ ہے۔ یا یہ کہ یہ سارے قائدین روے زمین کے سارے انسانوں سے زیادہ سمجھ دار ہیں کہ انھیں کائنات کی بہت سی مخفی باتوں کا اتنا ادراک ہے جتنا کسی جن کو بھی نہیں؟۔

اسلامی ملک افغانستان پر امریکہ کے جارحانہ حملے سے (جو درحقیقت ساری امت مسلمہ کے خلاف جارحیت ہے، چاہے امریکہ لاکھوں مرتبہ گلا پھاڑ پھاڑ کر یہ کہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں سے نہیں؛ بل کہ دہشت گردی سے برسرِ پیکار ہے) یہ حقیقت الم نشرح ہوگئی ہے کہ مسلم قائدین وسیاست دانوں کی دنیا جمہورِ مسلمین کی دنیا سے یکسر مختلف ہے۔ مسلم عوام پوری دنیا میں، امریکہ کی طرف سے دہشت گردی کے خلاف جنگ کے بہانے، ایک ایسے خوددار مسلم ملک کے خلاف دنیا کی اب تک کی سب سے بڑی دہشت گردی کے خلاف، سراپا احتجاج رہے ہیں اور ہیں، جو شیر بچوں کو جنم دیتا رہا ہے، جس کی کوکھ سے صرف شجاعت پیشہ بہادر جنم لیتے رہے ہیں، جنھوں نے تاریخِ عالم کے

سارے حملہ آوروں کے چھکے چھڑا دیے ہیں، جن کے خمیر میں اسلامی غیرت، دینی حمیت، ایمانی حرارت اور غیر محدود جذبۂ آزادی شامل رہا ہے۔

مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک ساری دنیا کے مسلمان، دنیا کے نقشے پر غریب ترین ملک پر، دنیا کے سب سے زیادہ طاقت ور ملک کی طرف سے جارحیت کے خلاف، احتجاج اور مظاہرے کی ایسی مثال قائم کر رہے ہیں جس کی نظر سے دنیا کی تاریخ خال خال ہی آشنا رہی ہے —— ہاں افغانستان کے خلاف جارحیت کے خلاف، جس کے باشندوں کے دل کی دنیا یقینِ محکم سے ممتاز طور پر آباد رہی ہے۔ اسی لیے علامہ اقبال نے کہا تھا:

افغانیوں کی غیرتِ دیں کا ہے یہ علاج
ملا کو اس کے کوہ و دمن سے نکال دو

خدائے پاک ہی زیادہ جانتا ہے کہ افغانستان پر چڑھ آنے والا امریکہ اور اس کے حوالی موالی افغانستان سے ”ملا“ کو در بدر کر کے افغانیوں کی غیرتِ دین کا علاج کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں یا خدائے قادر علی الاطلاق کی توفیق سے ”ملا“ ہی افغانستان اور اس کے اردگرد سے بھیڑیوں اور کتوں کو رگید دینے میں کام یاب رہتے ہیں۔

وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ (الأنفال/۳۰)
(اور وہ بھی داؤ کرتے تھے اور اللہ بھی داؤ کرتا تھا اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے)

دہشت گردی کیا ہے؟

چونکہ امریکہ نے افغانستان پر ”دہشت گردی“ کو ختم کرنے کے عنوان سے جنگ تھوپی ہے؛ اس لیے ساری دنیا پوچھ رہی ہے کہ ”دہشت گردی“ ہے کیا؟ یہ اس لیے کہ اگر اس کی شناخت کا علم ہو جائے تو علی بصیرۃ اس سے لڑا جا سکتا ہے۔ بلاشبہ اسلام جو رب العالمین کی طرف سے اپنے بندوں کے لیے آخری پسندیدہ دین ہے، کسی طرح کی ظلم و جارحیت کا ہرگز قائل نہیں؛ لہٰذا وہ دہشت گردی کی بھی کسی طرح تائید نہیں کرتا، جس میں بے گناہوں کے جان و مال کو نشانہ بنایا جاتا ہے؛ لیکن سوال یہ ہے کہ ”دہشت گردی“ کی کیا تعریف ہے؟ اس کے کیا حدود ہیں؟ دنیا کے سارے ہوش مند قائدین و مفکرین اور مثقفین ”دہشت گردی“ کے موضوع، اس کے معنی کی تعیین اور اس کی صحیح صحیح تعریف وضع کرنے، نیز اس کا مقابلہ کرنے کے لیے واضح اور قابلِ عمل پالیسی بنانے کے لیے، عالمی کانفرنس منعقد کرنے کی مانگ کرتے رہے ہیں۔

۱۰/اکتوبر ۲۰۰۱ء (۲۳/رجب ۱۴۲۲ھ) کی دوحہ کی اسلامی وزرائے خارجہ کی کانفرنس نے بھی اپنی قرار داد کی دفعہ ۱۵ میں کہا ہے کہ ”یہ کانفرنس اقوام متحدہ کے ماتحت ”دہشت گردی“ کی تعریف اور اس سے مقابلے کے لیے عالمی پیمانے پر عملی منصوبہ طے کرنے کی ضرورت پر، اس شرط کے ساتھ زور دیتی ہے کہ، عالمی قانون کے دائرے میں،

اقوامِ متحدہ کے ارکان ملکوں کی خودمختاری اور اقتدار اعلیٰ کا خیال رکھا جائے۔''

یہ اس لیے ضروری ہے کہ ''دہشت گردی'' کی اصطلاح کشادہ اور وسیع المفہوم ہے، اس کی بہت سی تاویلیں اور متعدد تعبیریں کی جاسکتی ہیں۔ ثقافتوں ونسلوں، مصالح واغراض، قوموں اور مذاہب اور عقلوں اور فکروں کے اختلاف سے ''دہشت گردی'' کے بہت سے معنی متعین کیے جاسکتے ہیں؛ کیوں کہ اب تک اس کی کوئی جامع اور متفق علیہ تعریف نہیں کی جاسکی ہے، جو دنیا کی ساری قوموں اور ملتوں کے لیے قابل قبول ہو؛ اسی لیے بہت سے ممالک، برادریاں اور افراد، اس اصطلاح سے کھیلتے رہے ہیں۔

نہتے فلسطینی مسلمانوں کے تعلق سے صیہونی اسٹیٹ جو دہشت گردی کرتی رہی ہے اور کیے جارہی ہے، امریکہ اور مغربی دنیا خصوصاً دنیا کے صیہونی اس کو ''دہشت گردی'' بل کہ اپنے حق کا دفاع کررہے ہے اور ظلم و جبر کی نت نئی قسموں کا سامنا کررہے فسلطینیوں کو ''دہشت گرد'' قرار دے کر، مظلوم کو ظالم اور ظالم کو مظلوم بتاتے رہے ہیں۔

چیچنیا میں پوری بے حیائی کے ساتھ روسیوں کا یہ کہنا رہا ہے کہ وہ معصوم و مظلوم ہیں، چیچنیا کے ''دہشت گردوں'' نے ان کی نیند حرام کررکھی ہے۔ گویا واقعتاً جو مظلوم ہیں اور جنھیں طوقِ غلامی سے چھٹکارا حاصل کرنے کی سزا میں آتش و آہن کے ذریعے کچلا جارہا ہے، یعنی چیچنیائی مسلمان، انھیں ''دہشت گرد'' کہا جارہا ہے اور روس جنگِ افغانستان میں جو بڑھ بڑھ کے امریکہ کا ساتھ دے رہا ہے، تو اس کے پیشِ نظر یہی ہے کہ امریکہ والے طالبان سے نمٹنے کے بعد، چیچنیائی ''دہشت گردوں'' کو سبق سکھانے کے لیے، اس کا ساتھ دیں۔

اسی طرح دنیا میں متعدد جگہ ''دہشت گردی'' کی اصطلاح سے کھلواڑ کیا جارہا ہے اور اکثر جگہ افراد اور جماعتوں سے زیادہ اسٹیٹ نے حقیقی معنی میں ''دہشت گردی'' مچا رکھی ہے۔ کئی ملکوں میں بعض مذاہب کے ماننے والوں (خصوصاً اگر وہ اقلیت میں ہیں) کی تمام حرکات وسکنات کو ''دہشت گردی'' قرار دیا جارہا ہے، حتیٰ کہ ان کا وجود ہی ''دہشت گردی'' کا مترادف بنا دیا گیا ہے؛ لیکن ملک کی اکثریت چاہے جس قسم کا بھی تشدد کرے اور تمام حدوں کو پار کرجائے انھیں کوئی ''دہشت گرد'' نہیں کہتا۔ چناں چہ ہمارے ملک میں انتہا پسند اور تشدد پیشہ ہندو، خود اس حکومت کے رویے کے مطابق جس کی قیادت بدنامِ زمانہ سنگھ پریوار کررہا ہے، پیدائشی طور پر بے گناہ ہیں۔ وہ تشدد اور دہشت گردی کے سارے ریکارڈ توڑ دیں، تاریخی مسجد ڈھا دیں، بہت سی مسجدوں اور گرجا گھروں کو منہدم کردیں یا نقصان پہنچا دیں، پیہم فرقہ وارانہ فساد برپا کریں اور مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلیں اور ان کی املاک کو تباہ کریں، تقریر و تحریر میں شعلہ اگلیں اور آگ برسائیں، مسلمانوں کے خلاف ملک میں ہمہ وقت نفرت کا بیج بوئیں، اسلحے کے استعمال کی ٹریننگ کا کیمپ چلائیں، ترشول بانٹیں، بار بار اعلان کریں کہ لاکھوں ہندوؤں کو اندرون ملک دشمنوں سے لڑنے کے لیے، فلاں پریشد اور فلاں دل، فوج تیار کررہا ہے؛ لیکن ان کا کوئی فرد نہ ''تشدد پسند'' کہلاتا ہے اور نہ ''دہشت گردی'' کے لقب سے یاد کیا

جاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر مسلمان قانون کے دائرے میں رہ کر بھی، دین پر عمل کریں اور اپنا حق مانگیں یا حق استعمال کریں، تو انھیں گرفتار کرلیا جاتا ہے اور ''دہشت گردی'' کے جرم میں کبھی ''ٹاڈا'' اور کبھی ''پوٹو'' کے آرڈی ننس کی تلوار کے ذریعے تہ تیغ کیا جاتا ہے؛ حتیٰ کہ ان کے دینی تعلیمی اداروں کو بلا کسی ثبوت کے دہشت گردی کا اڈہ قرار دیا جاتا ہے اور ہمیشہ کیلئے ان پر شکنجہ کسنے کی خاطر سنجیدہ اور ٹھوس کوششیں، خود حکومت کی طرف سے عمل میں لائی جاتی ہیں۔ (۱۸)

بہ ہر صورت ''دہشت گردی'' کے معنی و مفہوم کی معقول اور سبھوں کے لیے قابلِ قبول تعیین اور حد بندی کے حوالے سے خاصی پیچیدگی اور دشواری پائی جاتی ہے، جس کی وجہ سے عالمی برادری کو، اس کی تعریف اور دائرہ بندی میں یہ حیرانی ہے کہ وہ کس سورس اور بنیاد کا سہارا لے؟ سیاست داں قائدین و حکام کا، یا مذہبی لوگوں، یا محققین اور پڑھے لکھے لوگوں کا؟ وہ تعریفی عمل میں کس نقطہ سے سفر کا آغاز کرے، کسی ایک قوم یا چند اقوام کی مذہبی کتابوں سے، اقوام متحدہ کے چارٹروں سے، عالمی قانون سے، یا سب سے زیادہ طاقت ور کی منطق سے، جس کو یہ حق ہو کہ وہ اپنے طرز عمل سے ہی ''دہشت گردی'' کا معنی متعین کرے؟!۔

امریکہ کی سوچ کے مطابق دہشت گردی کا معنی

دنیا والے ''دہشت گردی'' کے متعلق جو بھی سوچیں اور کہیں، امریکہ نے بہ ذات خود سب سے طاقت ور کی منطق کے رویے کے ذریعے، دہشت گردی کا معنی متعین کرلیا ہے۔ امریکہ کے نزدیک دہشت گردی ہر اس قول و فعل سے عبارت ہے، جس سے امریکی مفادات کو ضرب لگتی ہے۔ امریکہ کو دہشت گردی کے اس معنی و مفہوم پر عرصے سے اِصرار ہے اور وہ اسی تفسیر کی روشنی میں اس سے نمٹتا رہا ہے اور اس وقت اور آئندہ وہ اسی تعبیر و تشریح پر کاربند رہے گا۔ ظاہر ہے کہ اِس تشریح کی روشنی میں اس کو عالمی قانون اور اقوام و ملل کے ضابطوں کی طرف دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں، اس کے مفادات کا پیمانہ کسی بھی کارروائی کو دہشت گردانہ بتانے یا نہ بتانے کے لیے کافی ہے۔ چناں چہ حق، تمام تر باطل ہے؛ اگر اس کے مفادات سے ٹکراتا ہو اور باطل، ہر طرح حق ہے؛ اگر اس کے مفادات کا حامی ہو۔

اِس سلسلے میں بے شمار مثالیں موجود ہیں؛ لیکن طوالت کے خوف سے صرف چند مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے:

۱۹۹۸ء کے موسم گرما میں پاکستان نے نیوکلیائی تجرباتی دھماکہ کیا، تو امریکہ نے اس پر بھاری پابندیاں عائد کردیں اور بھری بزم میں اس کو ہمیشہ لتاڑتا اور طرح طرح کے برے لقب سے یاد کرتا رہا؛ لیکن ۱۱ ستمبر کے واقعات کو بہانہ بنا کر جب امریکہ نے افغانستان کو تباہ و برباد کرنے کے لیے پاکستان کے فوجی حکم راں جنرل پرویز مشرف سے اپنے تمام مطالبات بہ زور بازو منظور کروالیے، تو اس نے فوراً ہی اگلی پچھلی تمام پابندیاں ہٹالیں۔ سب سے زیادہ طاقت ور کے رویے کے ذریعے دہشت گردی کی تشریح اور اس پر عمل کی بات، اس حقیقت سے اور عیاں ہوجاتی ہے کہ مشرف نے اپنے عوام کو ٹیلی ویژن پر صاف لفظوں میں کہا کہ اگر وہ امریکی مطالبات منظور نہ کرتے تو پاکستان دہشت گرد ملک

قرار دے دیا جاتا اور امریکہ افغانستان کے ساتھ ساتھ یا اس سے پہلے پاکستان ہی کو نشانہ بناتا۔

فلسطینی کاز کے حوالے سے امریکہ کا دیرینہ اور حالیہ رویہ، طاقت ور ترین کے طرز عمل کے ذریعے دہشت گردی کی تشریح وتعمیل کی سب سے زیادہ نمایاں مثال ہے۔ عالمی قانون کی رو سے فلسطینیوں کی زمین ''مقبوضہ'' ہے، جس فرد یا گروہ کی زمین ظلماً قبضہ کر لی جائے، عالمی قانون وضابطے اور تاریخ کی منطق کی رو سے، اس کے لیے اس کا دفاع اور مزاحمت جائز ہے؛ لیکن فلسطینی اگر قبضے کی مزاحمت کرتے ہیں اور ظلم و دہشت گردی کا مقابلہ کرتے ہیں، تو امریکہ انھیں دہشت گرد کہتا ہے۔ اس کے برخلاف صہیونی ہر سطح پر بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور امریکہ کی مسلسل اور بے پناہ مالی، جنگی، عسکری مدد اور ظالمانہ اور غیر منصفانہ ویٹو کے ذریعے اپنے قبضہ کو پائندگی دیتے ہیں، تو ان کی یہ حرکت دہشت گردی شمار نہیں ہوتی!

ایک دل چسپ اور حیرت ناک ڈرامے کے بعد امریکہ نے ۱۹۹۱ء میں خلیجِ عربی کے علاقے میں اپنی زبردست عسکری طاقت اور جنگی ساز وسامان اتار دیا تھا کہ وہ کویت کو عراق سے آزاد کرانے جا رہا ہے۔ کویت آزاد ہو گیا، عراق نے ہر سطح پر ہار مان لی؛ لیکن عالمی اتحاد اور بین الاقوامی مرضی کی مخالفت کرتے ہوئے، امریکہ تن تنہا ابھی تک عراق پر ضرب لگاتا رہا، عراقیوں کو بھوکوں مارتا رہا اور عراقی عوام طرح طرح کے امراض کا شکار ہو کر، ہزاروں کی تعداد میں لقمۂ اجل بنتے رہے اور لاکھوں عراقی بچے بلا علاج اور غذا، غنچوں کی طرح بن کھلے مرجھا گئے۔

امریکہ نے دنیا کے متعدد ملکوں کو غیر جمہوری ہونے کا الزام دیا، وہاں کے پارلیمنٹری انتخابات کو مشکوک اور غیر منصفانہ بتایا؛ جب کہ بہت سے استبدادی اور ڈکٹیٹر ملکوں کو سینے سے لگایا۔ ابھی کل کی بات ہے کہ اس نے نمائندگان عوام پر مشتمل، روسی پارلیمنٹ پر ٹینکوں سے یورش کو شاباش کہا؛ کیوں کہ عوام کے مذکورہ نمائندے اسکی مرضی کے نہ تھے۔

امریکہ نے کیوٹو معاہدہ برائے ماحول پر دستخط سے، صرف اس لیے گریز کیا کہ وہ کسی عالمی معاہدے کی پابندی کرنا نہیں چاہتا تھا، حالاں کہ ۲۵٪ عالمی آلودگی کا تنہا امریکہ ذمے دار ہے۔ اس نے ترقی پذیر ملکوں کے خلاف زبردست مہم چلائی، حالاں کہ سارے ترقی پذیر ممالک صرف ۲۰٪ آلودگی کے مجرم ٹھہرتے ہیں، جب کہ مال دار اور ترقی یافتہ ممالک مجموعی طور پر ۸۰٪ آلودگی کے ملزم ہیں۔

ابھی گذشتہ صفحات میں بتایا گیا کہ جنوبی افریقہ کے شہر ڈربن میں منعقدہ انسداد نسل پرستی کانفرنس سے امریکہ نے عالمی رائے عامہ کی مخالفت کرتے ہوئے واک آؤٹ کرنے کی دھمکی دی تھی، صرف اس لیے کہ عالمی برادری نے اسرائیل کے ''نسل پرست'' ہونے کی عبارت، قرارداد میں شامل کرانی چاہی تھی ''دہشت گرد'' ہونے کی بات نہیں کہی گئی تھی؛ لیکن امریکہ کو اپنی طاقت کے نشے میں یہ بات کیسے گوارا ہو سکتی تھی کہ دنیا کے لوگ اس کے لے پالک اسرائیل کے سلسلے میں کوئی ''ناموزوں'' لفظ استعمال کریں۔

سب سے زیادہ طاقت ور کے طرز عمل کے ذریعے دہشت گردی کی تشریح کی واضح اور تازہ ترین مثال یہ ہے کہ ساری دنیا نے افغانستان اور طالبان یا اسامہ بن لادن کے ۱۱ ستمبر کے واقعات میں دور یا نزدیک سے ملوث ہونے کی واضح اور ٹھوس شہادت طلب کی؛ لیکن اس نے دنیا والوں کو "ٹھوس" تو کیا کسی طرح کے شواہد نہیں دکھلائے صرف اپنے چند حلیفوں کے سامنے گڑھی ہوئی لنگڑی لولی کچھ دلیلیں پیش کر کے، افغانستان پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیے اور دنیا والے دیکھتے رہ گئے۔

دہشت گردی کی تعبیر و تشریح اور اس کے مقابلے کیلئے مشترکہ لائحۂ عمل وضع کرنے سے امریکہ کا گریز

دنیا والوں کو یہ پوچھنے کا حق ہے کہ امریکہ نے ساری دنیا کا یہ مطالبہ کیوں مسترد کر دیا کہ دہشت گردی کی تعبیر و تشریح اور اس کے مقابلے کے لیے مشترکہ لائحۂ عمل وضع کرنے کی غرض سے، کوئی عالمی کانفرنس منعقد ہو؟ امریکہ کا اسامہ کے مجرم ہونے کے سلسلے میں عرصے سے اِصرار رہا ہے اور اس واقعے میں تو اس نے اُسکے ہاتھ ہونے کا یقین ہی کر رکھا ہے؛ لیکن ہم لوگ چیلنج کرتے ہیں کہ امریکہ کے پاس اس سلسلے کا کوئی قطعی ثبوت نہیں ہے۔ بہ فرض محال اگر ہے تو کیا فردِ واحد کے لیے؛ بل کہ ایک گروہ کیلئے پورے ایک ملک کو اتنی بڑی تباہی سے دوچار کرنا کس دنیا کا قانون ہے؟

افغانستان کی تباہی سے اگر امریکہ کا مقصد اس کے بہ قول پاکیزہ اور عادلانہ ہے اور اس کے کہنے کے مطابق اس مقصد کے حصول میں دسیوں سال کا عرصہ لگ سکتا ہے، جس کے لیے ہر قسم کے اسلحے کے ذریعے، ہر میدان میں، ہر سطح پر سرگرم عمل ہونا پڑے گا، تو اس نے اس سلسلے میں واضح اور مشترکہ پالیسی وضع کرنے کے لیے عالمی مؤتمر کے انعقاد سے دامن کیوں کھینچ لیا۔

حقیقت یہ ہے کہ امریکہ کا مقصد دہشت گردی کا مقابلہ نہیں کہ امریکہ خود سب سے بڑا دہشت گرد اور ساری دنیا کی دہشت گردی کی کمان کرنے والا ملک ہے؛ بل کہ اس کا مقصد قوموں خصوصاً اسلامی اقوام سے لڑنا اور موقع سے فائدے اٹھا کر ایک تاریخ کو ختم کر کے امریکہ کی قیادت میں دوسری تاریخ رقم کرنا ہے۔

مسئلہ اسامہ بن لادن اور طالبان کا نہیں

مسئلہ اسامہ بن لادن اور طالبان کا نہیں؛ بل کہ اسلام اور عربیت کو نشانہ بنانے کا ہے۔ ہمارے قائدین اور سیاست دانوں نے تنازل، پس گردی اور مرعوبیت کی جو پالیسی اپنانی شروع کر دی ہے، یہ کہاں تک جائے گی، کچھ نہیں کہا جا سکتا؛ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہود و نصاریٰ اگر خود اسلام کو الزام دینے لگیں، تو کیا یہ لوگ اسلام سے بھی تنازل اختیار کرنے اور اس سے اپنی براءت کا اظہار کرنے کے لیے تیار ہو جائیں گے؟ "وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصَارٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ" (البقرۃ/۱۲۰) ہمارے "اعتدال پسند" قائدین خواہ کسی چیز کو بھی گوارہ کر لیں، توقع یہی ہے کہ وہ اس پستی تک اترنے کے لیے آمادہ نہ ہوں گے۔

لیکن ہمارے اس تعجب کو کوئی چیز زائل نہیں کر سکتی کہ کس طرح امریکہ تو اپنے عوام کی آرزوؤں کو پورا کرنے کے لیے رضامند ہو گیا کہ اس نے افغانستان کو تباہ و برباد کر دینے کی ٹھان لی اور نا معلوم مجرم کو ٹھکانے لگانے کا ارادہ کر لیا ؛لیکن ہمارے قائدین جن کے دست و بازو مضبوط، قد و قامت دراز، باتیں لمبی اور اپنے مسلم عوام کو ستانے اور نا کردہ گناہ کی سزا دینے میں جن کے ہاتھ کہیں لمبے ہیں، اپنے عوام کی بات کسی طرح بھی ماننے کو تیار نہ ہو سکے کہ اثم وعدوان کے سلسلے میں امریکہ کے ساتھ تعاون نہ کیا جائے۔.......... اب یہ زمانہ ہی بتائے گا کہ امریکہ کے خلاف پوری دنیا کے تمام مسلمانوں کا متحدہ موقف درست تھا، جو حق و انصاف، تاریخ کی منطق اور اسلامی غیرت و حمیت کے عین مطابق تھا، یا قائدین و حکام کا امریکہ کے ساتھ مکمل وفاداری کا یہ موقف زیادہ صحیح تھا کہ مبہم، ناواضح اور ساری دنیا کے لیے نا آشنائے مطلب ''دہشت گردی'' کے مقابلے کے عنوان سے اسلامی مفادات کو ضرب ضرور لگایا جائے ـــــ تاکہ آئندہ کوئی صحیح اسلامی حکم رانی کی بات سوچنے کی ہمت نہ کر سکے!! (بشکریہ ماہنامہ ''دارالعلوم'' دارالعلوم دیوبند' انڈیا)

حواشی

۱۔ رسالہ الاخوان' شمارہ ۲۲۹۔ (۲) المجتمع' شمارہ ۱۴۶۹۔ (۳) ضمیمہ ''عکاظ'' شمارہ ۱۲۸۲۰۔

۴۔ المجتمع' شمارہ ۱۴۷۱ (۵) الریاض' شمارہ ۱۲۱۳۸ (۶) العالم الاسلامی' شمارہ ۱۷۱۶

۷۔ رسالۃ الاخوان' شمارہ ۲۵۲ ۸۔ رسالۃ الاخوان' شمارہ ۲۵۰' ۲۵۲

۹۔ راشٹریہ سہارا' شمارہ ۸۴۳' ص ۳۔ ''یہ اسلامی نہیں سیاست دہشت گردی ہے'' بہ قلم مولانا اسرار الحق قاسمی

۱۰۔ عکاظ' شمارہ ۱۲۸۱۸ ۱۱۔۱۲ رسالۃ الاخوان' شمارہ ۲۵۳

۱۳۔ اداریہ اخبار گارجین' ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۱ء' ماخوذ از اداریہ البلاغ' کراچی' بہ قلم شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی)

۱۴۔ البلاغ' محولہ بالا مضمون

(۱۵) صہیونی مملکت کے سلسلے میں امریکہ اپنی جانب دارانہ پالیسی میں کس درجہ بے لچک واقع ہوا ہے، اس کا ہلکا سا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ ۱۱ ستمبر کے واقعات کے بعد، جب کہ ساری دنیا بلا استثنا امریکہ کو مشرق وسطی کا قضیہ حل کرنے اور اسرائیل کو اس کے حدود میں رکھنے کی کارروائی کرنے پر زور دے رہی ہے اور امریکہ کو اپنے مقاصد کے حصول کے لیے اس وقت دنیا والوں کے ساتھ ساتھ سب سے زیادہ عربوں اور مسلمانوں کی حمایت درکار ہے؛ امریکہ اسرائیل کے حوالے سے، اب تک ایک لفظ بھی سننے کو تیار نہیں ہے۔

سعودی عرب کے شاہ زادے ولید بن طلال نے (جو دنیا کے ۶ بڑے مال داروں میں شمار کیے جاتے ہیں) جمعرات ۱۱ اکتوبر ۲۰۰۱ء (۲۳ رجب ۱۴۲۲ھ) کو نیویارک کے اپنے دورے کے دوران، نیویارک کے میئر ''روڈلف جولیانی'' کو واقعے کے متاثرین کے لیے بہ طور چندہ دس ملین ڈالر کا چیک، ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی عمارت کی جائے وقوع کے پاس، ان سے ملاقات کے وقت پیش کیا، تو اُس نے اُس وقت بہ شکر و سپاس چیک قبول کر لیا؛ لیکن اس کے بعد شاہ زادہ موصوف نے ایک پریس کانفرنس میں جب صرف یہ کہا کہ ''امریکی حکومت کو فلسطین کے تئیں اپنی خارجہ پالیسی میں توازن کو بروئے کار لانا چاہیے اور ۱۱ ستمبر کے محرکات کا جائزہ لینا چاہیے۔'' تو صلیبی جذبے کے حامل میئر کو شاہ زادے کے یہ الفاظ گوارہ نہ ہو سکے اور اس نے شاہ زادے، سعودی عرب اور تمام مسلمانوں کی تحقیر کے ساتھ یہ کہتے ہوئے چیک

واپس کر دیا کہ ''شاہ زادہ طلال کا بیان غیر ذمے دارانہ ہے۔''!! (عکاظ، شمارہ ۱۲۸۳۱)

امریکہ نے اسرائیل کے حق میں اور فلسطین کے خلاف بین الاقوامی مجلسوں میں سیکڑوں مرتبہ جو ویٹو کا استعمال کیا اور لاتعداد مرتبہ اسرائیل کو ہر طرح کی جنگی، عسکری، مالی اور معنوی امداد دی، وہ اپنی جگہ ہے؛ لیکن حال ہی میں جنوبی افریقہ میں منعقدہ نسل پرستی کے خلاف کانفرنس میں، اس نے اور اس کے مغربی حلیفوں نے، جو رویہ اپنایا وہ اس کے لیے انتہائی رسوا کن تھا۔ عربی اور اسلامی دنیا کانفرنس کے اختتامیہ بیان کے متن میں صرف یہ جملہ درج کرانا چاہتی تھی کہ ''اسرائیل بھی فلسطین میں نسل پرستانہ کارروائیوں کا مرتکب ہے۔'' (یاد رہے کہ ''دہشت گردانہ'' کارروائیوں کا مرتکب ہے نہیں کہنا تھا) تو امریکہ اور مغربی برادری کھڑی ہوگئی کہ اگر یہ جملہ درج کیا جاتا ہے، تو ہم کانفرنس سے واک آؤٹ کر رہے ہیں۔ افریقی ملکوں نے بھی عربوں کی تائید کی، تو مغرب والوں نے انھیں دھمکی دی کہ اگر تم نے عربوں کے سر سے سر ملایا، تو ہم تمہارے خلاف اقتصادی پابندی عائد کر دیں گے اور تمام امداد روک لیں گے۔

ساری دنیا کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اسرائیل کی ساری شرارتوں کا سرچشمہ محض امریکہ ہے اور اس کے مغربی حلیف؛ لیکن امریکہ کو کون لگام دے؟

امریکہ کی اسرائیل کو کھلی ہوئی اور بے تحاشا حمایت کا اندازہ ایک اور واقعے سے ہوسکتا ہے کہ ہر چند کہ ۱۱ر ستمبر کے مجرمین کا امریکہ کو نہ تو پتہ چلا ہے اور نہ قریبی وقت میں پتہ چلنے کی امید ہے؛ لیکن رائے عامہ کا ایک جائزہ، جو امریکہ کے ''نیوز ویک'' رسالے کے ذریعے لیا گیا تھا، انتہائی معنی خیز ہے، جس سے اندازہ ہوا کہ ۵۸٪ امریکیوں کی رائے ہے کہ ۱۱ر ستمبر کے واقعات کی اصل وجہ امریکہ کی اسرائیل کو بے تحاشا امداد اور کھل کر حمایت ہے۔ یہ جائزہ ۴-۵ر اکتوبر ۲۰۰۱ء کو لیا گیا اور ۱۲۰۰۲ افراد سے اس سلسلے میں سوالات کیے گئے۔

(۱۶) تفصیل کے لیے دیکھیے رسالۃ الاخوان: شمارہ ۲۵۱۔ (۱۷) معاصر ''البیان'' لندن، شمارہ ۱۶۵۔

(۱۸) ہمارے ملک ہندوستان نے ۱۸ر ستمبر ۲۰۰۱ء کو (چہار شنبہ یکم رجب ۱۴۲۲ھ کو) دہشت گردی کے خلاف یوم اتحاد کے طور پر منایا، تو بہ ظاہر اس نے اچھا کام کیا، افراد اور جماعتوں نے عموماً حکومت کے اقدام کو سراہا؛ کیوں کہ ہم ہندوستانی دہشت گردی کا شکار ہونے والوں کے دکھ درد کو اچھی طرح سمجھتے ہیں، اس لیے کہ دورِ سامراج میں ہم نے انگریزوں کی دہشت گردی کا مزا چکھا تھا، اس کی کڑواہٹ اب تک پوری قوم کے ضمیر کی گہرائیوں میں محسوس ہو رہی ہے؛ لیکن افسوس ہے کہ ہماری سرکار کی نیت چوں کہ صاف نہیں ہے؛ اس لیے اس نے یومِ اتحاد کے سلسلے میں ملک کے مختلف اخبارات میں جو اشتہارات شائع کیے ان میں دہشت گردی پر مبنی واقعات کو عیاں کرنے کے لیے صرف وہ تصویریں شائع کیں جن میں کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کو ملزم قرار دیا گیا ہے:

پہلی تصویر مارچ ۱۹۹۳ء میں ممبئی میں ہوئے بم دھماکوں کی ہے۔ دوسری تصویر دسمبر ۱۹۹۹ء میں نیپال اور دہلی کے درمیان کی فلائٹ والے طیارے کے اغوا کے بعد، اس کے قندھار میں اترنے کی ہے۔ تیسری تصویر مارچ ۲۰۰۱ء میں اننت ناگ (کشمیر) میں سکھوں کے اجتماعی قتل سے متعلق ہے اور چوتھی تصویر ۱۱ر ستمبر ۲۰۰۱ء کے نیویارک کے ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے دھماکے کی ہے۔

• ان تصویروں کے ذریعے ہندوستان کی سرکار نے یہ پیغام دینا چاہا ہے کہ ''دہشت گردی'' صرف اسلامی ہوتی ہے اور دیگر مذاہب کے ماننے والے دہشت گرد نہیں ہوسکتے؛ اسی لیے ہماری گورنمنٹ کو میرٹھ، ملیانہ، مرادآباد، بھاگل پور، احمد آباد، جمشید پور، بھیونڈی، ممبئی، بھوپال اور بابری مسجد کے انہدام، اس کے بعد کے ملک گیر فسادات اور ان گنت مرتبہ مسلمانوں کے خون سے ہولیاں کھیلے جانے کی کوئی تصویر، اس کے کسی فائل میں نہ مل سکی۔ عیسائی مشینری کے لوگوں کو زندہ جلا دینے، گرجا گھروں کو خاکستر کر دینے، رتھ یاترا کے ذریعے پورے ملک کو بارود کے ڈھیر میں تبدیل کر دینے کی کوئی تصویر گورنمنٹ کے پاس اس لیے محفوظ نہیں ہے کہ اس میں یہاں کے اکثریتی فرقے کے دہشت گردوں کی صحیح تصویریں ابھرتی ہیں۔ اگر ''دہشت گردی'' کے مفہوم سے کھلواڑ جاری ہے، تو کیا حکومت کے اس رویے کو بھی سرکاری دہشت گردی نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے کھلی ہوئی تشدد پسندی اور دہشت گردی سے بالقصد چشم پوشی کی اور دنیا والوں کو حقیقت کے برعکس پیغام دینے کی کوشش کی۔

حضرت مولانا عیسیٰ منصوری

قرآن حکیم انسانیت کے لئے ایک مکمل عالمی منشور

لندن کے ادبی وعلمی حلقوں میں پروفیسر محمد شریف بقاء صاحب کی ہستی پاکستان کی تاریخی تہذیب علم وآگہی' تصوف وکلام اور فلسفیانہ انداز لئے ہوئے ایک منفرد شخصیت وممتاز مقام کی حامل ہے۔شاعر مشرق کی شخصیت وفکر اور کلام سے بقاء صاحب کی ارادت وعقیدت عشق کے درجہ پر پہنچی ہوئی ہے آپ نے علامہ اقبال کے کلام اور فکر کو اپنی تحقیق اور غور وخوض کا مرکز ومحور بنایا ہے۔یورپ' امریکہ کی حد تک یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ یہاں کے علمی و ادبی حلقوں میں آپ کا فکر وفن علمی وادبی اور تحقیقی مقام مسلّم ہے۔آپ کی ہستی ادب' شاعری' فکری وتحقیقی اور علمی ودینی تمام حلقوں میں معروف ومحترم مانی جاتی ہے۔آپ اپنے جذب دروں کے ساتھ طویل عرصہ سے برطانیہ میں فکر وتحقیق اور علامہ اقبال کے کلام کی تفہیم وتشریح میں سنجیدگی ویکسوئی سے منہمک ہیں۔مغرب خصوصاً برطانیہ میں نئی نسل کے لئے شاعر مشرق علامہ اقبال کے کلام اور فکر کی تفہیم وتشریح کا قابل قدر کام آپ کے قلم سے وجود میں آیا۔آپ اپنے مرشد علامہ اقبال کی طرح فروعی' نزاعات سے اجتناب برتتے ہوئے اسلام کی اساسی تعلیمات کی اشاعت میں مشغول رہتے ہیں۔آپ کی دو درجن کے قریب تصانیف علم دوست حلقوں سے داد تحسین حاصل کرچکی ہیں۔یہ ناچیز تین دہائیوں سے روزنامہ جنگ میں بقاؔ صاحب کے بصیرت افروز اور فکر انگیز حالات ومضامین کا قاری ہے اور تقریباً دو دہائیوں سے آپ سے تعارف وشناسائی حاصل ہے۔آپ کی بیشتر تصانیف نظر سے گزریں آپ کی بے نظیر تصنیف اقبال اور تصوف پہ مجھے تبصرہ اور اظہار خیال کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔جب بقا صاحب کے متعلق غور کرتا ہوں تو محسوس ہوتا ہے کہ حضرات صوفیاء کرام کا خلوص وبے لوثی سادگی و وقار دردمندی وسنجیدگی بقاؔ صاحب کی شخصیت میں رچ بس گئے ہیں۔

اسلام کی ۱۴سو سالہ تاریخ میں عربی کے بعد فارسی صدیوں تک اسلامی فکر وفلسفہ علوم وآگہی ادب وشاعری کے اظہار کا ذریعہ رہی ہے۔اور برصغیر میں تقریباً گزشتہ ہزار سالہ علمی وفکری خزانوں کی امین ہے۔علامہ اقبال کی شاعری کا بھی بڑا حصہ جو آپ کے فکر وفلسفہ کا نقطۂ عروج ہے فارسی ہی میں ہے۔پروفیسر محمد شریف بقاء صاحب کا فارسی مطالعہ خصوصاً فارسی زبان کے مفکرین فلاسفہ ادباً اور شعراء کا مطالعہ نہایت عمیق ووسیع ہے۔اب تو طبقہ علماً فارسی میں گہری بصیرت رکھنے والے نایاب ہوچکے ہیں۔اس جہت سے برطانیہ ویورپ میں شاید ہی بقاء صاحب کی نظیر ملے۔ بقاء صاحب اردو' فارسی دونوں زبانوں کے قادر الکلام شاعر ہیں حمد ونعت میں بھی ان کا جداگانہ رنگ ہے۔

---

* چیئرمین ورلڈ اسلامک فورم' یو۔کے

اقبالؒ کے متعلق مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندویؒ نے شہادت دی ہے کہ سو سال میں جدید طبقہ نے اقبالؒ سے بڑا دیدہ ور پیدا نہیں کیا وہ عصر حاضر کے مشرق کے سب سے بڑے مفکر و فلسفی ہیں۔ رشید احمد صدیقی مرحوم نے بالکل صحیح کہا ہے اقبال کا کلام اس صدی کا علم کلام ہے۔ اقبال کے فکر و کلام کی خصوصیات میں عشق رسولؐ قرآن سے شغف اور حضرات صوفیاء کرام کا سوز ساز شامل ہے۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی نے بہت صحیح کہا ہے کہ اقبال پر دنیا کے بڑے مذہب کی گرفت اتنی نہیں جتنی ایک بڑی شخصیت کی ہے۔ وہ با خدا دیوانہ باشد و با محمد ہوشیار کا مصداق ہے۔ اور اس کی شاعری و کلام کا خلاصہ ہے۔ قرآن میں ہو غوطہ زن مردِ مسلمان۔ اور صوفیاء کا جذب دروں سوز و مستی اس کے شعر شعر سے ٹپکتا ہے یہی خصوصیات برطانیہ مغرب میں اقبال کے سب سے بڑے شارح و ترجمان پروفیسر محمد شریف بقاء صاحب کی ہیں آپ کی دو درجن کے قریب تصانیف میں سب سے نمایاں اور بیمثال انہی تین موضوعات پر ہیں۔ سب سے طویل قرآنی موضوعات جو تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ دوسری کتاب رسول اکرمؐ مغربی اہل دانش کی نظر میں اور تیسری اقبال اور تصوف۔ .... مولانا ندوی لکھتے ہیں کہ اقبال کی زندگی پر یہ عظیم کتاب قرآن مجید اس قدر اثر انداز ہوئی ہے اتنا وہ کسی شخصیت سے متاثر ہوئے نہ کسی کتاب سے۔ لیکن اقبال کا قرآن پڑھنا عام لوگوں کا قرآن پڑھنے سے بالکل مختلف رہا ہے۔ آپ کے والد گرامی جو ایک باصفا درویش تھے۔ اقبال کو بچپن میں نصیحت کی تھی جب وہ صبح روزانہ قرآن پڑھنے بیٹھتے کہ قرآن اس طرح پڑھا کرو جیسے قرآن اس وقت تم پر نازل ہو رہا ہے۔ اس کے بعد اقبال نے قرآن کو اس طرح پڑھنا شروع کیا گویا وہ واقعی اس وقت نازل ہو رہا ہے۔ ایک شعر میں وہ اس کا اظہار یوں فرماتے ہیں۔

تیرے ضمیر میں جب تک نہ ہو نزول کتاب گرہ کشا ہے رازی نہ صاحب کشاف

اقبال نے اپنی پوری زندگی قرآں مجید میں غور و فکر اور تدبر و تفکر کرنے میں گزاری۔ وہ ان کی محبوب کتاب تھی جس سے انہیں نئے نئے علوم کا انکشاف ہوتا۔ اس سے انہیں ایک نیا یقین، نئی قوت و توانائی حاصل ہوتی جوں جوں ان کا مطالعہ قرآن بڑھتا گیا۔ ان کی فکر میں بلندی پیدا ہوتی گئی۔ موجودہ دور کی ظلمتوں میں اس نے قرآن کے بعد مولانا روم کو اپنا رہنما و مرشد بنایا۔ جس طرح مولانا روم کے دور میں فلسفہ یونان عقلوں پر چھا گیا تھا۔ حتٰی کہ علماً بھی اس سے ہٹ کر سوچ نہیں سکتے تھے۔ مولانا روم نے اپنی مثنوی کے ذریعے ایمان داستانِ عشق و سرور سوز و ساز کا پیغام دیا۔ اسی طرح اقبال کو بھی مغرب کے مادی و عقلی بے روح و بے خدا افکار و نظریات سے سابقہ پڑا۔ مادہ و روح کی کشمکش پورے عروج کے ساتھ سامنے آئی اس قلبی اضطراب و ذہنی انتشار کے موقع پر اقبال کو مولانا روم نے بہت کچھ سہارا دیا۔ اور انہوں نے مولانا روم کو اپنا کامل رہنما تسلیم کیا اور صاف اعلان کیا کہ عقل و خرد کی ساری گتھیاں جسے یورپ کی مادیت نے الجھا رکھا ہے اس کا حل صرف آتش رومی کے سوز و ساز میں پنہاں ہیں۔

علاج آتش رومی کے سوز میں ہے تیرا تیری خرد پہ ہے غالب فرنگیوں کا فسون
اسی کے فیض سے میری نگاہ روشن ہے اسی کے فیض سے مے سبو میں ہے

اقبال کو عصرِ حاضر کے علماً و دانشوروں، مفکرین و فلاسفہ سے بڑی شکایت یہی ہے کہ انہوں نے قرآن کو چھوڑ کر فلسفہ یونان اور روح کو چھوڑ کر الفاظ کی پرستش شروع کردی۔ وہ چاہتا ہے کہ مسلمان براہ راست کتاب اللہ کا مطالعہ کریں اور اس کے علوم و حکمت سے مستفید ہوں۔

عصر حاضر کے ایک مفکر لکھتے ہیں: قرآن دنیا کی واحد کتاب ہے جس نے نوع انسانی کے افکار۔ اخلاق تہذیب اور طرز زندگی پر اتنی وسعت اتنی گہرائی اور اتنی ہمہ گیری کے ساتھ اثر ڈالا ہے۔ جس کی کوئی نظیر دنیا میں نہیں پائی جاتی۔ پہلے اس کی تاثیر نے ایک قوم کو بدلا۔ اور پھر اس قوم نے اٹھ کر دنیا کے ایک بہت بڑے حصے کو بدل ڈالا۔ یہ کتاب صرف کاغذ کے صفحات پر لکھی نہیں رہ گئی بلکہ عمل کی دنیا میں اس کے ایک ایک لفظ نے خیالات کی تشکیل کی اور مستقل تہذیب کی تعمیر کی چودہ سو برس سے اس کے ان اثرات کا سلسلہ جاری ہے اور روز بروز اس کے یہ اثرات پھیلتے چلے جا رہے ہیں یہ پورے نظام زندگی کا نقشہ پیش کرتی ہے۔

جس میں عقائد اخلاق، تزکیہ نفس، عبادات، معاشرت، تہذیب، تمدن، معیشت، سیاست، عدالت، قانون، غرض حیات انسانی کے ہر پہلو سے متعلق ایک نہایت مربوط ضابطہ بیان کرتی ہے۔ یہی نہیں قرآن جو تصور کائنات وانسان پیش کرتا ہے۔ وہ تمام مظاہر اور واقعات کی مکمل توجیہ کرتا ہے۔ وہ شعبہ علم میں تحقیق کی بنیاد بن سکتا ہے۔ جن حقائق کو علم کی حیثیت سے وہ پیش کرتا ہے ان میں سے کسی ایک کو بھی آج تک غلط ثابت نہیں کیا جاسکا۔ فلسفہ و سائنس اور علوم وعمران کا تمام آخری مسائل کے جوابات اس کلام میں موجود ہیں اور سب کے درمیان ایسا منطقی ربط ہے کہ ان پر ایک مکمل مربوط اور جامع نظام فکر قائم ہوتا ہے جو وسیع و جامع علم اس کتاب میں پایا جاتا ہے وہ اس زمانہ کے اہل عرب اہل روم ویونان وایران تو درکنار اس بیسویں واکیسویں صدی کے علم سائنس کے دعویداروں میں بھی کسی کے پاس نہیں ہے۔ آج حالت یہ ہے کہ فلسفہ وسائنس اور علم عمران کی کسی ایک شاخ کے مطالعہ میں اپنی عمر کھپا رہنے کے بعد آدمی کو پتہ چلتا ہے کہ اس شعبہ علم کے آخری مسائل کیا ہیں اور پھر جب وہ غائر نگاہ سے قرآن کو دیکھتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب میں ان تمام مسائل کا واضح جواب موجود ہے۔ یہ معاملہ کسی ایک علم تک محدود نہیں ہے بلکہ ان تمام علوم کے باب میں صحیح ہے جو کائنات اور انسان سے کوئی تعلق رکھتے ہیں علاوہ ازیں چودہ صدیاں گزر جانے کے بعد بھی عربی زبان کا معیار فصاحت و بلاغت وہی ہے جو اس کتاب (قرآن) نے قائم کردیا تھا حالانکہ اتنی مدت میں زبانیں بدل کر کچھ سے کچھ ہوجاتی ہیں دنیا کی کوئی زبان ایسی نہیں جو اتنی طویل مدت تک املاء انشاء محاورے قواعد زبان اور استعمال الفاظ میں ایک ہی شان پر باقی رہ گئی ہو لیکن یہ صرف قرآن کی طاقت ہے جس نے عربی زبان کو اپنے مقام سے ہلنے نہ دیا اس کا ایک لفظ بھی آج تک متروک نہیں ہوا۔ اس کا ہر محاورہ آج تک عربی ادب میں مستعمل ہے اس کا ادب آج بھی عربی کا معیاری ادب ہے اور تقریر و تحریر میں آج بھی فصیح زبان وہی مانی جاتی ہے جو چودہ سو سال پہلے قرآن میں استعمال ہوئی تھی کیا دنیا کی کوئی زبان یا کوئی انسانی تصنیف اس شان کی ہے۔ لیکن آج ہمارے زوال، نکبت تنزل و پستی کی سب سے بڑی وجہ اقبال کے الفاظ میں یہ ہے۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

یہ قرآن کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے۔ فقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھذاالقرآن مھجورا جب رسول شکایت کریں گے کہ میرے رب میری قوم نے قرآن کو پس پشت ڈال رکھا تھا۔ دیکھا جائے تو قرآن پاک کی یہ آیت ایک معجزہ ہے اور ایک پیشن گوئی بھی اس میں ہمارے اس دور کی ہو بہو تصویر پیش کی گئی ہے۔ دور نبوت میں قرآن ہر مسلمان کا حرزِ جان بنا ہوا تھا ہر کلمہ گو کا شغف وانہماک دنیا میں کسی کتاب سے تھا تو وہ صرف قرآن تھا۔

بدقسمتی سے جوں جوں دور نبوت سے دوری ہوتی گئی مسلمانوں کا انہماک ومشغولیت کتاب اللہ کے بجائے انسانی علوم وفنون اور کتابوں سے بڑھتا چلا گیا خاص طور پر برصغیر میں چونکہ اسلام براہ راست حجاز کے بجائے ایران و ترکستان کی راہ سے پہنچا۔ اس لئے وہاں شروع ہی سے قرآن وسنت کے بجائے عجمی وایرانی علوم وافکار فلسفوں اور نظریات کا غلبہ رہا اس کے بعد مغل دور میں ہمایوں کے شاہ ایران کے زیر بار احسان ہونے کے بعد تو فلسفہ ومنطق انسانی افکار ونظریات واسرائیلی داستانوں اور کہانیوں کا بند کھل گیا۔

برصغیر کے مسلمانوں کے نصاب تعلیم کا پچانوے فیصد حصہ اپنی انسانی علوم وفنون فلسفوں اور نظریات کا مرقع رہا ہے۔ قرآن کے حق میں سب سے موثر آواز حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بلند کی مگر اس وقت سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد علمی مرکز دہلی سے لکھنو منتقل ہو چکا تھا جہاں مکمل طور پر ایرانی فکر کی حامل شیعی حکمرانی قائم ہو چکی تھی۔ اس لئے ان کی آواز صدا بصحرا ثابت ہوئی' بدقسمتی سے اب تک ہمارے دینی مدارس میں وہی نصاب تعلیم کسی نہ کسی شکل میں رائج رہا ہے جس کی اصل بنیاد مشہور ایرانی حکیم وفلسفی فتح اللہ شیرازی نے رکھی تھی جس کا بیشتر حصہ علوم قرآن کی بجائے عجمی فلسفوں منطق حکمت وعلم کلام پر قائم ہے۔ جن کا تعلق انسان کا عمل وکردار کے بجائے ذہنی دماغی ورزش سے ہے جبکہ ہم دیکھتے ہیں صحابہ کرام کی تفسیروں کا تعلق زیادہ تر انہی آیات سے تھا جو امر ونہی پر مشتمل ہیں۔ اور وہ آیات جن کا براہ راست تعلق انسانی عمل وکردار سے نہیں ان کی تعبیر وتفسیر کرنے میں وہ بہت احتیاط سے کام لیتے۔ تفسیر ابن عباسؓ وتفسیر ابن کعبؓ کا بیشتر حصہ قرآن کے مفرد وغریب الفاظ کی تشریح سے تعلق رکھتا ہے۔ یا آیات احکام سے تعلق ہے کوئی حدیث انہیں معلوم ہوتی تو وہ ان آیات کی تشریح وتوضیح میں بیان کردی جاتی رہے۔ اعتقادی مسائل یا اسرار کائنات تو اس باب میں صحابہ کرامؓ سے بہت کم چیزیں منقول ہیں دور تابعین میں پہلی بار ایرانیوں اور رومیوں کے اختلاط کے سبب عجمی افکار کی دخل اندازی سے باطل افکار ونظریات کے سبب انتشار ذہنی پیدا ہونا شروع ہوا دوسری طرف یونانی فلسفہ سے لوگ روشناس ہونے لگے۔ تیسری طرف مختلف معاشی معاشرتی وسیاسی نوعیت کے پیچیدہ مسائل سامنے آئے۔ اس وقت ان کی کوشش یہی ہوتی تھی کہ لوگوں کو ذہنی کشمکش اور کج بحثی سے بچا کر براہ راست قرآن وسنت کی راہ پر ڈالا جائے۔ جس کی بکثرت مثالیں۔ قاضی شریح' ابراہیم نخعیؒ مجاہد عطا ابن سیرین مکحول کے تفسیری نکات میں ملتی ہیں اس دور میں نئے مسائل میں اجتہاد کثرت سے ہوا مگر تضاد یا مناظرانہ رنگ پیدا نہیں ہوا اس کے بعد تبع تابعین کے دور میں سارے باطل افکار کھل کر سامنے آئے۔ جو اس سے پہلے جھجکتے ہوئے سامنے آئے تھے۔ ایک طرف سبائیت وخارجیت

انفض واعتزال اپنے اپنے مقاصد کے لئے قرآن کو استعمال کرنے میں تیز گام ہوئی دوسری طرف یونانی افکار ے متاثرہ لوگ عوام کے ذہنوں کو مسموم کر رہے تھے۔ اور قرآن کی تفسیر یونانی فلسفہ کے ماتحت کر رہے تھے۔ ان فکری ،نظری فلسفوں کے مقابلہ پر ابوعمر بن العلاء شعبہ بن حجاج سفیان ثوری۔ امام مالک یونس بن حبیب وکیع بن جراح وغیرہ وغیرہ نے تفسیر بالماثور یا تفسیر بحسب احادیث وآثار کر کے لوگوں کو راہ حق پ رقائم رکھنے کی کوشش کی لیکن جو لوگ عجمی ایرانی و یونانی افکار سے پوری طرح متاثر ہو چکے تھے۔ انہوں نے عقلیت اعتزال اور یونانی فلسفہ واشراق کے رنگ میں تفسریں کیں۔ غرض تفسیر قرآن میں اصل خرابی اس وقت ہوئی جب اسلامی تہذیب غیر اسلامی تہذیبوں اور افکار وفلسفوں سے دوچار ہوئی تو قرآن کی تفسیر مفسرین کے عقلی شعبدوں کی میناکاری ہوگئی اس کا آغاز یونانی فلسفوں کی اساس پر ہوا۔ اموی وعباسی خلفاً کے دور میں درباروں میں یونان کے حکمأ سقراط وافلاطون اور ارسطو وغیرہ کی تعلیمات ترجمہ ہو کر پہنچنے لگیں ادھر مسلمان حکمأ وفلسفہ نے قرآن پاک کی تعلیمات کو ان یونانی فلاسفہ کے افکار سے مناسبتیں دینی شروع کیں۔ مزید برآں ایران کی زرتشتی تعلیمات اور ہندوستان سے ان شعروں کے تصورات بعض مسلمان حکمأ وفلاسفہ کے دماغوں میں جگہ پا گئے تفسیر قرآن میں ان کے تراجم عجمی علم وفن کا نقطہ آغاز تھے اس سے پہلے عرب صرف شاعری سے آشنا تھے اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قرآنِ پاک کی تفسیر میں یونانی وایرانی اور ہندوستانی الٰہیات کا تصور اور اس تصور کے تحت کائنات اور انسان کے متعلق عقلی استدلال راہ پا گیا اور وہ تمام بحثیں قرآن پاک کی تفسیر کا جز ہوگئیں جو قرآن کے مقصد اور دعوت سے خارج تھیں۔ امام رازی نے جو کچھ لکھا امام غزالی نے اس باب میں جن خیالات کا اظہار کیا اشعری (کلامی) الجصاص (فقہی) اور زمخشری (معتزلی) نے تفسیر بالرائی کی جو بنیاد قائم کی وہ قرآن پاک کی فطری وسادہ دعوت وتعلیمات کو اٹھا کر رقیق فلسفیانہ مباحث کے طلسم خانہ میں لے گئے جس سے ایک پیچیدہ علم کلام پیدا ہو گیا۔ امام رازی کی معرکۃ الاراء تفسیر کبیر کے متعلق مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں: اس میں منطق وفلسفہ حکمت وعلم کلام وغیرہ سب کچھ ہے مگر قرآن نہیں ہے۔ امام رازی خود دنیا کے سارے علوم وفنون کی سیر کے بعد اپنی آخری تصنیف میں رقمطراز ہیں: میں نے علم کلام اور فلسفہ کے تمام طریقوں کو خوب دیکھا بھالا۔ لیکن بالاخر معلوم ہوا کہ نہ تو ان میں کسی بیمار کے لئے شفا ہے اور نہ کسی پیاسے کے لئے سیرابی۔ سب سے بہتر اور حقیقت کے نزدیک راہ وہی ہے جو قرآن کی اپنی راہ ہے۔''

غرض فہم قرآن میں تمام تر الجھاؤ اسرائیلیات اور عقلیات کی بدولت پیدا ہوئے۔ جن کا تصنیفی شاہکار امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر ہے کہ اس کی بدولت قرآن مین شکوک وایرادات کے دروازے اس طرح کھلے کہ ان کا بند ہونا مشکل ہو گیا۔ اس حقیقت کو علامہ اقبال نے ان الفاظ میں واشگاف کیا ہے۔

چوں سرمۂ رازی از دیدہ خرد شستم تقدیرامم دیدم پنہاں بہ کتاب ریزد
علاج ضعف یقیں اس سے ہو نہیں سکتا غریب اگرچہ ہیں رازی کے نکتہائے دقیق

غرض قرآن محض عقل نہیں کہ عقل سے اس کو حل کیا جائے۔ قرآن ایک عشق ہے جو اپنی جوت خود جگالیتا ہے اور قاری وسامع کو مسحور کرتا ہے۔ عقل دلیل دیتی ہے اعتقاد نہیں دیتی۔ اعتقاد شخصیت سے پیدا ہوتا ہے جو سیرت

کو جلا دیتی ہے اور عشق کو طاقت بخشتی ہے اسی وجہ سے نبیؐ کی زندگی کو عملی قرآن کہا گیا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد تذکرہ میں لکھتے ہیں:

قرآن کی حقیقت سے آشنا ہونے کے لئے بیضاوی و بغوی کی ورق گردانی نہیں بلکہ دل دردمند کے الہام اور جبرائیل عشق کے فیضان کی ضرورت ہے اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم قرآن کو نظر و فکر کی اس زبان میں سمجھیں جو احادیث نبویؐ آثار صحابہ اور اقوال تابعین کے سانچے میں ڈھلی ہے اور قرآن ہی کے الفاظ و مطالب کی زبان ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد اس حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے ایک جگہ رقمطراز ہیں۔ ''قرآن جب نازل ہوا تو اس کا مخاطبین کا پہلا گروہ ہی ایسا تھا کہ تمدن کے وضعی و صناعی سانچوں میں ابھی اس کا دماغ نہیں ڈھلا تھا۔ فطرت کی سیدھی سادھی فکری حالت پر قانع تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن اپنی شکل و معنی میں جیسا کہ واقع میں تھا ٹھیک ٹھاک ہی ان کے دلوں میں اترتا گیا اور اسے قرآن کا فہم و معرفت میں کسی طرح کی دشواری محسوس نہیں ہوئی۔ صحابہ کرامؓ جب پہلی مرتبہ قرآن کی کوئی آیت یا سورت سنتے تھے تو سنتے ہی اس کی حقیقت کو پا لیتے تھے لیکن صدر اول کا دور ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ روم و ایران کے تمدن کی ہوائیں چلنے لگیں اور پھر یونانی علوم کے تراجم نے انسانی علوم وفنون وضعیہ کا دور شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جوں جوں وضعیت کا دور بڑھتا گیا قرآن کے فطری اسلوب سے طبعیتیں ناآشنا ہوتی گئیں۔ رفتہ رفتہ وہ وقت آ گیا کہ قرآن کی ہر بات وضعی و صناعی طریقوں کے سانچوں میں ڈھالی جانے لگی چونکہ ان سانچوں میں وہ ڈھل نہیں سکتی تھی اس لئے طرح طرح کا الجھاؤ پیدا ہونے لگے اور جس قدر کوششیں سلجھانے کی کی گئیں الجھاؤ اور زیادہ بڑھنے لگے'' آگے مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہم دیکھتے ہیں اسلام کے ابتدائی دور سے قرون آخر تک جس قدر مفسر پیدا ہوئے ان کا طریق تفسیر ایک روبہ تنزل معیار فکر کی مسلسل زنجیر ہے جس کی ہر پچھلی کڑی پہلی کڑی سے پست تر ہے اور ہر سابق لاحق سے بلند تر واقع ہوئی ہے اس سلسلہ میں جس قدر اوپر کی طرف بڑھتے جاتے ہیں حقیقت زیادہ واضح زیادہ بلند اور اپنی قدرتی شکل میں نمایاں ہو جاتی ہے۔ اور جس قدر نیچے اترتے ہیں حالت برعکس ہو جاتی ہے یہ صورت حال فی الحقیقت مسلمانوں کا عام دماغی تنزل کا قدرتی نتیجہ تھی۔ انہوں نے جب دیکھا کہ قرآں کی بلندیوں کا ساتھ نہیں دے سکتے تو کوشش کی کہ قرآن کو اس کی بلندیوں سے نیچے اتار لیں کہ ان کی پستیوں کا ساتھ دے سکے'' بقول اقبال:

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس قدر فقیہان حرم بے توفیق

اس اعتبار سے قرآن دنیا کی مظلوم ترین کتاب ہے۔ چنانچہ علامہ سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں علماً روائیت پسند ہوئے تو اسرائیلیات کا شکار ہوئے اور علماً عقلیت پسند ہوئے تو یونانیوں کے مزعومات کے اسیر و پابند۔

تمام علماً اسلام میں علامہ ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم ہی دو بزرگ ہیں جو ایک طرف روایات کے ناقد و مبصر ہیں تو دوسری طرف یونانی فلسفیات کے نقاد اور ان کے حق و باطل کے واقف کار اور ان کے دل ان سب سے ماورا

حکمت محمدی کے ذوق چشیدہ اوران کے سینے معارف نبویؐ کے گنجینہ ہیں ان کی تفسیر تمام تر حکمت ومصلحت اور حقیقت و مغز پر مشتمل ہوتی ہے۔وہ حکمت نہیں جو یونان صنم کدہ سے اچھی ہو بلکہ وہ جو حجاز کی ہر کوثر سے بہہ کر نکلی ہو یا جو فطرت انسانی کے ربانی چشموں سے ابلی ہو جس طرح گزشتہ دور میں مسلمانوں کی علمی تباہی کا راز قرآن کو چھوڑ کر فلسفہ یونان کی دماغی پیروی میں تھا اسی طرح آج مغربی فکر وتمدن کی اندھی تقلید میں ہے انسانی قرآن کی روح تک اس وقت پہنچ سکتا ہے جب اسرائیلیات وعقلیات اور موجودہ مغربی فکر وفلسفہ کی ذہنی آلودگیوں سے دور رہ کر قرآن کو اس کے اپنے ماحول زبان اور احادیث وآثار کی روشنی میں دیکھے۔آج قرآن کا مقابلہ بائیبل یا تورات سے نہیں اور نہ ہی اس کی ٹکر ہندو مت یا بدھ مت ومجوسیت وغیرہ سے ہے بلکہ اسلام کا مقابلہ آج یورپ کے سائنسی وعلمی نظریات وافکار سے ہے جن میں نئی نسل کے لئے ایسا سحر ہے جب تک ان کو مطمئن نہ کیا جائے ہم نئی نسل کو اس سحر سے نہیں نکال سکتے۔آج یورپ کا ضمیر پھر اصل فطرت اور مذھب کی طرف لوٹنا چاہتا ہے مگر قرآن کو پیش کرنے والے صدیوں سے فلسفہ یونان کی بھول بھلیوں کے اسیر بن گئے ہیں۔

قرآن کے مخاطب صرف مسلمان نہیں بلکہ نوع انسانی ہے وہ خدا انسان اور کائنات کے باہمی رشتہ کی گرہ کشائی کرتا ہے انسان کو ایسے اصول اور دستوریات عطا کرتا ہے جس سے انسانی فکر وعمل میں کوئی کجی نہ رہے۔قرآن انسانیت کے لئے فلاح وسعادت کی راہ کھولتا ہے۔اور وہ اپنے خالق کے متعلق انسانی کی ابدی جستجو اور اس سارے سفر کی آخری منزل کا سنگ میل ہے انسان قرآن کی رہنمائی کے بغیر نہ تو اپنے خالق کا صحیح تصور کر سکتا ہے اور نہ اپنی ذات کی معرفت۔دنیا کے اکثر مذاہب اور قوموں نے اس کے تصور کو اپنے حصار میں بند کرلیا ہے اور خدا کو صرف اپنا ہی معبود گردانا ہے۔لیکن قرآن نے خدا تعالیٰ کے رب العالمین ہونے کا اعلان کیا ہے قرآن سے پہلے تک دنیا کی قوموں میں خدا کا تصور خوف ودہشت کا تصور تھا۔قرآن نے رحمت وعدالت کا تصور پیش کیا ہے قرآن پوری انسانیت کے لئے ایک عالمی منشور ہے۔یہ ان لوگوں کی جستجو اور اضطراب کا فطری جواب ہے جو اپنے خالق ورب کی تلاش میں عقل وفکر کے صحراؤں اور بیابانوں میں بھٹک رہے ہیں۔قرآن سے پہلے جو آیت سماوی تھیں وہ انسانیت کے لئے بمنزلہ ابتدائی نصاب کے تھیں اور قرآن ایک بالغ باشعور اور ترقی یافتہ معاشرہ کے لئے مکمل اور جامع نظام حیات ہے۔قرآن ایک بے مثل سچائی ہے جو کائنات انسان اور خدا کے باہمی رشتہ کو حرف آخر کی حیثیت سے پیش کرتا ہے۔قرآن یہ بتاتا ہے کہ خدا اور اس کی صفات کیا ہیں اس کائنات کی تکوین کیونکر ہوئی۔انسان ربوبیت کے حصہ کا مظہر ہے۔قرآن تمام سچائیوں کی جامع آخری آسمانی دستاویز ہے وہ ایک ضابطہ ہے جس پر چل کر انسان رشد وہدایت اور سعادت حاصل کرتا ہے۔ اس کا مطالعہ خالق کی حقیقت کائنات کی غایت انسان کی تخلیق کے مقصد نبوتوں کے مشن جزاء وسزا کے قانون اور حق و باطل کے امتیازات سے آگاہ کرتا ہے۔اس کی تعلیم ٹھیک ٹھاک دلوں میں اتر جاتی ہے اور انسان یقین کی اس دولت کو پالیتا ہے جو فلسفہ کے سفر میں شک کے کانٹوں سے تلوؤں کو زخمی کرتی ہے اور اضطراب کے صحرا میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیتی ہے سائنس کی خانہ ویرانی کا بھی یہی عالم ہے وہ ثبوت دیتی ہے مگر یقین نہیں دیتی انسانی روح کی منزل مقصود یقین

ہے جب تک اس کو یقین حاصل نہ ہو وہ کائنات کے توے پر اسپند کے دانے کے مانند تڑپتا رہتا ہے انسانی زندگی یقین کے بغیر جانکنی کی زندگی ہے اور یقین کی دولت صرف قرآن عطا کرتا ہے۔ قرآن سے لطف اندوز ہونے اور استفادہ کرنے اور فہم القرآن کے متعلق سب سے اہم بات یہ ہے کہ طویل طویل تفاسیر کے بجائے محض ترجمہ سمجھنے پر اکتفا کیا جائے۔ اس لئے کہ ہر دور میں قرآن کی جو تفسیریں کی گئی ہیں ان میں مفسر کے ذہن وفکر پر جس پہلو کا غلبہ تھا اس کا عکس آ گیا یا دور کے رجحانات و تقاضوں کا۔ اس لئے قرآن کی زیادہ ضخیم و بسیط تفاسیر کے بجائے صرف قرآن کے ترجمہ یا مختصر ترین توضیح کو ترجیح دی جائے۔ جیسے حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کے حواشی ہیں کیونکہ طویل وعریض تفاسیر سے انسان خالق کی بجائے اپنے ہی جیسے دوسرے انسانی کلام میں مشغول ہو کر قرآن اور اللہ کے بجائے انسانی ذہن وفکر سے متاثر ہونے لگتا ہے۔ اس لئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے دینی نصاب کے متعلق اپنے وصیت نامہ میں یہ لکھا کہ قرآن کا ترجمہ بغیر تفسیر کے ختم کرنا چاہیے پھر اس کے بعد تفسیر جلالین بقدر درس پڑھائی جائے۔ جلالین قرآن کی مختصر ترین تفسیر ہے جس کے الفاظ تقریباً قرآن کے الفاظ کے برابر ہیں۔ لمبی لمبی تفاسیر کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے کلام کو کسی مخصوص شخص کے فکر ونظر کی عینک سے دیکھنے لگتا ہے۔ گویا حکم اللہ کو سمجھنے کے لئے پہلے کسی انسان کے ذہن وفکر پر ایمان لایا جائے انسان قرآن کا صحیح لطف اس سے استفادہ اور برکات اسی وقت حاصل کرسکتا ہے جب وہ قرآن کے الفاظ یا زیادہ سے زیادہ اس کے ترجمہ تک محدود رہے۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ فرماتے ہیں جس طرح حضرت موسیٰ شجر کے ذریعے خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہوئے تھے انسان قرآن پڑھتے وقت اپنے کو شجر تصور کرلے پھر اپنے میں سے نکلے ہوئے الفاظ کو یوں سمجھے کہ خدائے پاک ہمکلام ہیں اور میں براہ راست سن رہا ہوں۔ مولانا محمد علی مونگیریؒ بانی ندوۃ العلماً فرماتے ہیں میں نے ابتداء حضرت مولانا فضل الرحمان گنج مراد آبادیؒ سے عرض کیا۔ حضرت مجھ کو جو مزہ شعر میں آتا۔ قرآن پاک میں نہیں آتا۔ آپ نے فرمایا ابھی بعد ہے۔ قرب میں جو مزہ قرآن کریم میں ہے وہ کسی چیز میں نہیں ہے۔ کثرت سے قرآن کریم پڑھا کرو اللہ میاں دل پر آ کر بیٹھ جاتے ہیں

قرآن کی تفہیم اور اسے بآسانی سمجھنے اور کسی موضوع پر حکم خداوندی معلوم کرنے کے لئے ہمارے مکرم پروفیسر محمد شریف بقاؔ صاحب نے تقریباً ۱۶۵ عنوانات یا موضوعات مقرر کر کے ہر ہر موضوع پر آیات قرآنی مع ترجمہ کے درج کردی ہیں اب معمولی اردو پڑھا لکھا شخص بھی کسی موضوع پر بآسانی حکم خداوندی معلوم کرسکتا ہے۔ قرآنی موضوعات نہ صرف عام مسلمان کے لئے بلکہ اسکالرز علماً اور علمی کام کرنے والوں کیلئے بھی پیش قیمت تحفہ ہے۔ اب کسی درپیش موضوع پر قرآن پاک میں بکھری ہوئی آیات پر یکجا طور پر نظر ڈال کر قرآنی حکم اور منشاء خداوندی معلوم کرسکتا ہے۔ اگرچہ عربی میں اس موضوع پر متعدد حضرات نے کام کیا ہے مگر اردو میں یہ اپنے انداز کا منفرد اور قابل صد ستائش کام ہے۔ جس پر پروفیسر شریف بقاء صاحب بجا طور پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔

حضرت مولانا فضل محمد یوسفزئی *

امت مسلمہ متحد کیوں نہیں؟

مورخہ ۲۷ اگست ۲۰۰۱ء بروز پیر حضرت مولانا قاری طیب صاحب نقشبندی مدظلہ کے ہاں ضیافت کی ایک پروقار تقریب میں شرکت کا موقع ملا چونکہ ان کے ہاں انگلینڈ سے آئے ہوئے دو تحریک استحکام پاکستان کے مرکزی رہنما اکھٹے ہوگئے تھے اس لئے اس سنہری موقع میں دیار غیر میں رہنے والے ہزاروں میل دور کے احباب سے کچھ سننے کا موقع ملا' کھانے کے بعد چائے کی نشست میں اس وفد کے رہنما جناب عبدالکریم ثاقب صاحب نے برطانیہ کے مسلمانوں کے حوالے سے مفید باتیں سنائیں' ان کے لب ولہجہ میں وقار' سنجیدگی اور درد تھا۔ شرکاء مجلس نے دوران گفتگو میں امت مسلمہ کے اتحاد واتفاق کی ضرورت پر زور دیا' اور خصوصاً اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی کہ ''مذہبی فرقے اگر اکھٹے ہوگئے تو امت مسلمہ انتشار سے بچ جائے گی اور مکمل اتحاد قائم ہوجائے گا''

میرے کانوں میں یہ بات پہلی بار نہیں پڑی بلکہ بارہا اکثر اہل دنیا اور دنیاوی تعلیم یافتہ طبقوں کے افراد سے یہ بات سننے کو ملی' لیکن اس بار نہ معلوم میرے دماغ کو ان باتوں سے ایسا جھٹکا لگا کہ گویا دماغ کی ساری بند کھڑکیاں ایک دم کھل گئیں اور مجلس کی نشست جب برخاست ہوئی تو میرے جسم پر یہی بات حاوی تھی اور گھر پہنچتے پہنچتے میرے ذہن نے عالم اسلام پر ایک طائرانہ نظر دوڑائی جس سے میں اس مشکل کی ایک تہہ اور ایک حقیقت تک پہنچا اسی کو ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

دراصل مسلمانوں کے اعلیٰ اور متوسط' دونوں طبقوں نے امت مسلمہ کے امراض کو دیکھ کر فریاد تو کی لیکن مرض کے اسباب پر غور نہیں کیا نتیجہ کی تھرڈ پوزیشن کو دیکھ کر افسوس تو کیا لیکن اس حد تک گرنے کے اسباب کو تلاش نہیں کیا۔ فرقہ واریت کو تو دیکھا لیکن اس کی وجوہات کو نہیں دیکھا۔ امت مسلمہ کے افتراق وانتشار کو تو دیکھا لیکن اسکے عوامل پر غور نہیں کیا۔ گویا انہوں نے شعوری یا غیر شعوری طور پر مرض اور گراوٹ اور فرقہ واریت کو خود اصل سمجھا اور اس کو کسی اور چیز کا اثر اور نتیجہ تصور نہیں کیا' اس لئے ان کے دماغ سے اصل اسباب اوجھل رہے' اور غضب گرانے اور جھڑ کنے ٹوکنے کے لئے اس چیز کو نشانہ بنانے لگے جو درحقیقت کسی اور کوتاہی کا لازمہ نتیجہ تھی' گویا درخت کی جڑوں کا غصہ شاخوں پر اتارنے لگے جس سے اصل مجرم کے بجائے بے گناہ یا کم گناہ والے پر سارا نزلہ گرادیا۔

---

* استاذ جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی

افتراق امت کا اصل سبب

یہاں اس حقیقت سے اہل علم حضرات بخوبی واقف ہیں اور بااثر اہل دنیا بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے کہ امت مسلمہ کے اتحاد و اتفاق کی بنیاد اسلامی خلافت اور وحدت مملکت پر قائم ہے اور پوری دنیا پر مسلمانوں کی ایک حکومت ایک بادشاہت اور ایک مملکت۔ اسلام کا حکم اور اسلامی تصور ہے اگر حکومت ایک نہیں بادشاہ ایک نہیں تو بنیادی طور پر امت مسلمہ کے لئے یہی انتشار و افتراق اور نفاق کی سب سے بڑی علامت ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے آفاقی کلام قرآن عظیم میں ہمیں ایک حاکم ایک حکومت اور ایک خلافت کی تعلیم دیتا ہے' احادیث مقدسہ ہمیں ایک حاکم ایک خلافت اور ایک خلیفہ کی تعلیم دیتی ہیں۔ اور اس میں دو یا تین کو حرام قرار دیتی ہیں' قرآن ہمیں اس شخص سے لڑنے کا حکم دیتا ہے جو خلافت اور حکومت کی اکائی کو تقسیم کر کے بغاوت کرتا ہے احادث ہمیں اس شخص کے قتل کرنے کا حکم دیتی ہیں جو وحدت امت کی اکائی خلافت میں افتراق و نفاق پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے' اجماع امت اور فقہ اسلامی ہمیں ایسے شخص کی تادیب و تعذیب کا پابند بناتے ہیں جو امت مسلمہ کے اتحاد میں حکومتی سطح پر انتشار کا ذریعہ بنتا رہے۔ امت مسلمہ کے عقلمندوں' فلاسفروں اور دانشوروں نے ہمیں یہ سبق دیا ہے۔

ہے زندہ فقط وحدت افکار سے ملت
وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد
وحدت کی حفاظت نہیں بے قوت و بازو
آتی نہیں کچھ کام یہاں عقل خداداد

ایک طرف تو اتحاد و اتفاق کے لئے اسلام کے یہ واجبی احکامات اور لازمی دفعات ہیں اور دوسری طرف سطح عالم پر ہمارا حکومتی افتراق و انتشار ہے' گویا حکومتی سطح پر ہم پورے عالم اسلام میں جس انتشار کا شکار ہیں اس سے ہمارے اتحاد کا تعمیر کردہ بلند و بالا محل زمین بوس ہو گیا ہے اب ہم گرے ہوئے مکان کے ملبہ پر کھڑے بے گھر افراد کی طرح اس منتشر ملبہ میں جوڑ توڑ اور اتحاد و اتفاق اور قوت و محبت پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو ناممکن ہے کیونکہ ہم مکان و محل بنانے کے بجائے ملبہ پر رور رہے ہیں اور انتشار و افتراق کا اصل سبب تباہی مکان کی اصلاح کی بجائے ایک دوسرے کو ملزم ٹھہرا رہے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ افتراق امت کا اصل سبب مسلمانوں کی خلافت کا ٹوٹنا ہے' جب حکومتوں میں عالمی انتشار و افتراق و نفاق پیدا ہو گیا تو امت مسلمہ کا شترِ بے مہار کی طرح منتشر ہونا لازمی امر تھا۔

افتراق و انتشار کا ذمہ دار کون؟

اب آیئے اور دیکھئے کہ مسلمانوں کے اس افتراق و انتشار کے اصل ذمہ دار کون ہیں۔

ہم یہود و نصاریٰ کو اسکا ذمہ دار ٹھہرا ٹھہرا کر تھک گئے مگر فائدہ پھر بھی نہیں ہوا' مانہ کہ یہود و نصاریٰ بھی اس انتشار و افتراق پیدا کرنے کے ذمہ داروں میں سے ہیں' لیکن اہل عقل و دانش کے خیال میں اس افتراق کے صل ذمہ

دار خود کلمہ گو مسلمان حکمران ہیں' انہوں نے دس اینٹ کی حکومت بنا کر خود بادشاہ بن بیٹھے اور امت مسلمہ کی متحد قوت کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیا جمہوریت کے نام پر دشمن نے ان کو نفاق کا علمبر دار بنا دیا کیونکہ افتراق ونفاق جمہوریت کا دوسرا نام ہے جزیرہ عرب کو لیجئے وہاں کتنی حکومتیں اور کتنی بادشاہتیں ہیں' متحدہ عرب امارات میں سات حکومتیں بن گئیں۔ اور سات بادشاہ وجود میں آ گئے۔ پھر انہوں نے جب اپنی حکومت کی سرحدات کو دیکھا تو خود شرم سے ان کے سر جھک گئے' تب انہوں نے خفت مٹانے کے لئے اس کا نام متحدہ عرب امارات رکھ دیا' یعنی مشترکہ حکومتیں' یہ اس لئے کہ عالمی برادری میں وہ شرم کے مارے منہ دکھانے کا قابل نہ تھے' ان کی بعض تین حکومتیں اس وقت کراچی کے ایک شہر کے برابر نہیں' کیا یہ افتراق حکمرانوں نے پیدا کیا ہے یا اس کا ذمہ دار مذہبی فرقے ہیں؟؟ حالانکہ مذہبی فرقے خود ایک اسلامی خلافت اور مسلم گورنمنٹ کے ماتحت تشکیل شدہ معاشرہ کے افراد ہوتے ہیں لہذا ہر عقلمند اس کو جانتا ہے کہ اصل افتراق ونفاق کے ذمہ دار کلمہ گو حکمرانوں کا یہی لشکر ہے' فرض کرلو مذہبی فرقے متحد ہونا چاہتے ہیں تو ہمیں بتاؤ ہم کس کے جھنڈے کے نیچے اکٹھے ہو جائیں' پاکستان کے مذہبی لوگ سعودیہ کے مذہبی لوگوں سے کیا مل بیٹھ سکتے ہیں؟ بلکہ پندرہ دن کے بعد وہ ایک دن ویزہ کے بغیر وہاں نہیں رہ سکتے۔ یہ افتراق ونفاق اور یہ انتشار وخلفشار آخر کس نے پیدا کیا ہے؟ مسلمان ممالک اس دنیا میں ۵۰ اور ۵۵ کے درمیان ہیں کیا کوئی حکومت اس دنیا میں ایسی ہے جہاں کوئی مسلمان سر چھپانے یا عبادت کرنے یا مقدس مقامات کی زیارت کرنے کے لئے اپنے ٹکٹ اور اپنے خرچ پر بغیر پاسپورٹ اور ویزہ کے جاسکے؟ یہ مسلمانوں کو پارہ پارہ کرنے اور ایک دوسرے سے ان کی متحدہ قومیت الگ کرنے کی گہری حکومتی سازش نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا اس افتراق کے ذمہ دار علماً یا مذہبی فرقے ہیں؟ یا خود لشکر حکمران ہیں؟

ع　　ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

یورپ والوں نے اپنے کئی ملکوں کو اکٹھا کر رکھا ہے نہ وہاں الگ ویزہ کی ضرورت ہے نہ ان کے آنے جانے پر پابندی ہے اور اب وہ اپنی کرنسی کو ایک بنا رہے ہیں۔ باوجود یکہ ان کی الگ حکومتیں ہیں لیکن انہوں نے بین الاقوامی قوانین ایسے بنائے ہیں کہ وہ اس سے متحد ہو گئے ہیں اور وہ آج کل اپنے آپکو عالمی برادری دولت مشترکہ' اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل جیسے اتحادی ناموں سے یاد کرتے ہیں اور ہم ہیں کہ بھیڑ بکریوں کی طرح بغیر چرواہے کے ظالم بھیڑیوں کے رحم وکرم پر متفرق ومنتشر بے یارومددگار پڑے ہوئے ہیں' نہ ہماری فریاد سننے کے لئے کوئی حاکم ہے نہ کوئی حکومت ہے۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہے
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

مسلمان ترس رہے ہیں کہ کاش ہماری ایک خلافت ہوتی' ہمارا ایک خلیفہ ہوتا' کاش ہماری ایک بادشاہت ہوتی' کاش ہمارا ایک بادشاہ ہوتا جس کی بات پوری دنیا کے مسلمانوں کی بات ہوتی جس میں وزن ہوتا جس میں

عظمت ہوتی جس میں شجاعت ہوتی جس کی وجہ سے اقوام متحدہ میں ان کی حیثیت ہوتی عالمی برادری میں ان کی قیمت ہوتی ویٹو پاور میں ان کا مقام ہوتا سلامتی کونسل میں اس کا نام ہوتا۔

ان تمام عظمتوں سے محرومی کا واحد سبب مسلمان حکمرانوں کا افتراق ونفاق اور ان کا انتشار وخلفشار ہے یہ خود ایک دوسرے کے دشمن ہیں' عراق کو امریکہ مار رہا ہے لیکن وہ لیبیا سے اتحاد کے لئے تیار نہیں' سوڈان افغانستان سے اتفاق واتحاد کے لئے تیار نہیں' یعنی اپنے جانی دشمن سے بچاؤ کے لئے اپنے مسلم بھائی کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کے لئے تیار نہیں' اسی طرح مسلمانوں کے دوسرے حکمرانوں کے حالات ہیں لہذا امت مسلمہ کے پارہ پارہ کرنے کے اصل ذمہ دار دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی یہی کلمہ گو حکمران ہیں۔

لیکن جب بھی کوئی محفل سجتی ہے تو بڑی ڈھٹائی سے کھل کر یہ بات کہتے ہیں کہ ہمیں فرقہ واریت نے کھالیا۔ مذہبی گروہ بندیوں نے ہمیں تباہ کر دیا' اپنی نااہلی پر ان خوشنما الفاظ کا خوبصورت خول چڑھا کر دنیا کو بے وقوف بنا رہے ہیں حالانکہ انہوں نے دس اینٹ کی حکومت بنا کر امت کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا خود بھی تباہ ہو گئے اور امت مسلمہ کو بھی تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے۔

ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

مندرجہ بالا سبب کے ساتھ انتشار اور افتراق ونفاق کا ایک بڑا سبب ان حکمرانوں کے ذہنی رجحانات ہیں' کیونکہ "الناس علی دین ملوکھم" کے اصول کے تحت عوام الناس بادشاہوں کے اشاروں اور ترجیحات و رجحانات پر چلتے ہیں اور بدقسمتی سے مسلمانوں کے یہ کلمہ گو حکمران دین اسلام سے اتنے دور اور اتنے بیزار ہیں کہ کھلے مجمعوں میں یہ اپنے آپ کو کھلے الفاظ میں مسلمان کہلانے کی جراءت نہیں کر سکتے ہیں' جب ذہنی طور پر یہ حکمران اپنے مستقبل کے بارے میں خود اتنے انتشار کا شکار ہیں تو یہ دوسروں کو آخر کس ہدف اور کس نصب العین پر جمع کر سکیں گے یہ تو اس مصرعہ کے مصداق ہیں۔

ع ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے

اگر کوئی مسلمان ان حکمرانوں سے یہ پوچھ لے کہ یہ خود بتائیں کہ یہ مذہبی حوالے سے کیا ہیں اور ان کی پوزیشن کیا ہے تو یہ نہیں بتلا سکیں گے کہ یہ کیا ہیں جب وہ اپنے مذہب کے بارے میں اتنے انتشار کا شکار ہیں تو وہ دوسروں کو کیا متحد کر سکیں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ لشکر حکمران اور ان کی دس اینٹ کی الگ حکومت' ان کی جمہوریت کی تابعداری اور ان کا مذہب سے سیکولر ہونا یہ وہ اسباب ہیں جس نے عالم اسلام کے مسلمانوں کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیا' آج کے دور میں اتفاق واتحاد کا نمونہ اگر کسی کو دیکھنا ہو تو وہ افغانستان کی طالبان اسلامی حکومت کو دیکھیں' وہاں پہلے کتنے فساد' کتنا خون خرابہ اور کتنی فرقہ واریت ومنافرت تھی لیکن جب اسلامی نظریاتی حکومت آئی اور عوام کو صحیح رخ مل گیا تو اب وہاں پر امن وامان ہے وہی عوام ہیں' نہ فساد ہے نہ ڈاکہ چوری ہے' نہ منافرت وفرقہ واریت ہے معلوم ہوا یہ غلط چیزیں غلط حکومتوں

کی پیداوار ہے اور انہیں بااثر اداروں سے مسلمانوں کو آگ لگی ہوئی ہے کسی اور سے کیا گلہ شکوہ کریں گے۔

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

ہوسِ اقتدار نے ان کو مجنوں بنا دیا ہے اب ہر وقت وہ مسلمانوں کی زمین کے بٹوارہ کرنے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں تاکہ ایک ملک کے دس ملک بنا کر خود یہ بادشاہ بن جائیں اور ہمیشہ غیروں کے دست نگر بنے رہیں۔ بس ان کو اقتدار کی ناپیدار کرسی حاصل کرنے کی فکر لگی ہوئی ہے' بابا سعدیؒ نے نااہلوں کی اس انبوہ کے متعلق فرمایا۔

گربہ مِیر و سگ وزیر و موش را دیواں کنند
این چنیں ارکانِ دولت ملک را ویران کنند

میں مسلمانوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ آئندہ فرقہ واریت کے ذمہ داران ۵۵ حکمرانوں کو ٹھہرائیں جو امت مسلمہ کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے اور مسلمانوں کی متحدہ قوت کو کمزور یا تباہ کرنے کے اصل ذمہ دار ہیں۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

بقیہ صفحہ نمبر ۱۲ سے

ان هوا الا ذكر وقرآن مبين . لينذر من كان حيا ويحق القول على الكافرين (یٰسین:۶۹۔۷۰)

ترجمہ: یہ تو ایک تذکرہ اور واضح قرآن ہے تاکہ وہ ڈرائے اس کو جو (ذہنی اعتبار سے) زندہ ہے اور منکرین پر بات (حجت) پوری ہو جائے۔

لہذا اسلام کے علمبرداروں پر یہ شرعی فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ قرآن عظیم کے ان علمی و عقلی دلائل و براہین کو جدید علوم کی روشنی میں مرتب و مدون کر کے نوع انسانی کے لئے ہدایت و رہنمائی کا سامان مہیا کریں تاکہ وہ یا تو راہ راست پر آجائے یا اس پر خدا کی حجت پوری ہو جائے۔ مگر یہ کام کسی ایک یا دو افراد کے کرنے کا نہیں ہے۔ کیونکہ کوئی اکا دکا شخص تمام علوم و فنون اور تمام مسائل و مباحث پر حاوی نہیں ہو سکتا۔ لہذا اس عظیم کام کے لئے ایک ٹیم ورک ضروری ہے۔ یعنی ایک ایسی جماعت کی تشکیل جو مختلف علوم و فنون اور تمام سائل و مباحث پر حاوی نہیں ہو سکتا اور کتاب اللہ کی حجت پوری نہیں ہو سکتی۔ یہ کام امت مسلمہ کے ذمہ ایک قرض ہے اور جب تک وہ اس قرض کو ادا نہیں کرتی موجودہ گمراہیوں کا استیصال نہیں ہو سکتا۔ اور مسلمان جب تک اپنا یہ شرعی فریضہ ادا نہیں کرتے وہ عالم انسانی کی گمراہی کے بھی وہی ذمہ دار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے کام بتا دیا اور کام کرنے کا طریقہ بھی بتا دیا لہذا اب انہیں مزید کس چیز کا انتظار ہے؟ یہ ایسا کام ہے جس میں نہ صرف اہل اسلام کی نجات ہے بلکہ خود پورے عالم بشری کے لئے بھی سامان نجات ہے۔ یہ پوری امت مسلمہ کے لئے ایک لمحہ فکریہ ہے۔ وما علینا الا البلاغ

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب و روز

''فتاویٰ حقانیہ'' کی اشاعت:

الحمدللہ بالآخر ایک طویل صبر و انتظار کے بعد علمی و تحقیقی کتاب ''فتاوی حقانیہ'' کی اشاعت ۶ جلدوں میں تکمیل پذیر ہوئی اور ۱۲ مارچ کو یہ فتاویٰ دارالعلوم پہنچ گیا۔ علماً، طلباً اور عوام و خواص سب اس کے لئے چشم براہ تھے اس دن حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ اور اساتذہ کرام و طلبہ کرام کی خوشی بھی دیدنی تھی اور دارالعلوم میں اساتذہ و طلبہ حضرت مہتمم صاحب کو اس عظیم علمی کارنامے کے سرانجام ہونے پر مبارکبادیں دے رہے تھے۔ الحمدللہ دیکھتے ہی دیکھتے چند دنوں میں اس کی پہلی اشاعت کے سینکڑوں نسخے ہاتھوں ہاتھ لے لئے گئے جبکہ ابھی تک یہ مکتبوں کو بھی حوالے نہیں کیا گیا پھر ملک و بیرون ملک سے بھی اس کی مانگ مسلسل جاری ہے اور خطوط و ٹیلیفونز اور ای میلز کے ذریعے فتاویٰ کو طلب کیا جارہا ہے۔

مدیر الحق کے ہاں فرزند کی ولادت:

۱۱ مارچ ۲۰۰۲ء بمطابق ۲۷ ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ بروز پیر مدیر الحق مولانا حافظ راشد الحق سمیع حقانی کے ہاں فرزند رشید محمد احمد حقانی کی ولادت ہوئی۔ فتاویٰ کی اشاعت اور نبیرہ (پوتے) کی ولادت سے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ اور خانوادۂ حقانی کو یوں دوہری خوشیاں نصیب ہوئیں۔ قارئین الحق سے التماس ہے کہ وہ بچے کیلئے خصوصی دعائیں فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو نیک صالح اور دین کا سچا خادم اور والدین کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ امین

عصری اور دینی علوم کا تقاضہ مردان کے مضافات میں

دی مسلم سکول

گجرات ضلع مردان میں داخلہ جاری ہیں پری نرسری تا دہم تک میں جدید علوم کے ساتھ ساتھ دینی علوم، علمی، تربیتی اور تفریحی ماحول دستیاب جس میں انگلش کے ساتھ ساتھ عربی کو لازمی قرار دیا گیا ہے حفظ قرآن، قرأت (تجوید) حدیث، فقہ کو بھی شامل نصاب کیا گیا ہے۔ تربیت کیلئے تجربہ کار اور ہنرمند پشاور یونیورسٹی اور دارالعلوم حقانیہ سے فاضل اساتذہ۔ اور پہلی مرتبہ دور دراز سے آئے ہوئے طلبہ کیلئے ہاسٹل کی سہولت۔

سرپرست اعلیٰ: عبدالرشید پیرزادہ ایڈوکیٹ **نگران اعلیٰ:** عبدالولی (M.Sc) فزکس

معلون : عبدالقہار پیرزادہ (بی اے آنرز) M.A عربی پشاور یونیورسٹی

مولانا محمد ابراہیم فانی

تعارف وتبصرہ کتب

کتاب: فضائل ومناقب تالیف: ڈاکٹر عبدالمعطی امین قلعجی ترجمہ وتعلیقات: ڈاکٹر محمود الحسن عارف
ضخامت: ۲۶۴ صفحات ناشر: مطبع ادب اسلامی لاہور قیمت: ۱۱۰ روپے

....

خانوادہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت کرام کے ساتھ مسلمانوں کی عقیدت ومحبت اور والہانہ تعلق گویا جز وایمان ہے اور ہر مسلمان اسی محبت وتعلق کو اپنے لئے باعثِ سعادت اور لائق شفاعت سمجھتا ہے بشرطیکہ یہ عقیدت ایسے غلو پر مشتمل نہ ہو جس سے عقیدہ توحید ورسالت پر زد پڑتی ہو۔ مناقب خلیفہ راشد حضرت علی کرم اللہ وجہہ مناقب حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اور مناقب خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمۃ رضی اللہ عنہا پر ذخیرہ احادیث شاہد عدل ہے اور سینکڑوں احادیث ان نفوس قدسیہ کی شہامت اور ان کے فضائل ومناقب پر دال ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب کے پیش لفظ میں حضرت سیدی مولانا سید انور حسین نفیس رقم صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں "۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء میں مصر کا سفر ہوا جامعہ الازہر کے باہر کتابوں کی ایک چھوٹی سی دوکان سے ایک کتاب کے کچھ اوراق ہے۔" مناقب علی والحسنین وامهما فاطمة الزهراء" کے ۹۶ صفحات تھے۔سرورق سے معلوم ہوا کہ مشہور مصنف محمد فواد عبدالباقی مرحوم کی تالیف ہے ان کی دوسری تالیفات کی طرح یہ کتاب بھی ان کی تحقیق کا بہترین نمونہ معلوم ہوئی۔ جسے عیسی البابی الحلبی قاہرہ نے شائع کیا۔باقی اوراق تلاش بسیار کے باوجود نہ مل سکے۔کچھ عرصہ بعد ایک کتاب "تاریخ المشقات" نظر سے گزری۔کتاب کے آخر میں مراجع ومصادر کی فہرست میں ہو بہو اسی نام کی ایک کتاب درج تھی۔الدکتور عبدالمعطی امین قلعجی کی تحقیق اور کاوش پر مبنی اس کتاب کی تلاش وجستجو شروع ہوئی بالآخر......... تلاش بسیار کے بعد یہ کتاب حاصل ہوئی۔پیش نظر کتاب اسی کا ترجمہ ہے"

ڈاکٹر محمود الحسن عارف نے اس عظیم علمی کتاب کا نہایت ہی محققانہ عالمانہ اور فاضلانہ ترجمہ کیا ہے۔اور ترجمہ میں ایسا اسلوب اور انداز اختیار کیا ہے جس سے یہ کتاب مترجم معلوم نہیں ہوتی۔جو کہ مترجم کے کمالِ فن کی دلیل ہے۔کتاب تین حصوں پر محتوی ہے پہلا حصہ خلیفہ راشد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب پر مشتمل ہے جبکہ دوسرا حصہ مناقب حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اور تیسرے حصے میں خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے مناقب ہیں۔اس میں پہلا حصہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب کا ہے کافی مبسوط ہے ص ۱۷ سے لے کر ۲۰۴ تک آپ ہی کے مناقب ہیں۔مترجم نے انتہائی محنت' جدوجہد کے ساتھ اس تحقیقی کتاب میں جتنی بھی احادیث مذکور ہیں کی تخریج کی ہے جس سے کتاب کی افادیت میں کافی اضافہ ہوا ہے۔مناقب اہل بیت پر بلاشبہ یہ ایک بہترین کاوش ہے اور اس کے مطالعہ سے قاری اپنے دل میں حضرات اہل بیت کی محبت کا ایک سیل بیکراں رواں دواں محسوس

کرتا ہے۔ کتاب نہ صرف ان مذکورہ قدسی صفات حضرات کے مناقب وفضائل پر مشتمل ہے بلکہ اس حوالے سے مستند احادیث کا ایک بیش قیمت مجموعہ بھی ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر مدرسے اور ہر لائبریری کی زینت بنائی جائے۔

کتاب: نمازِ حبیبؐ مولف: ڈاکٹر محمود الحسن عارف
ضخامت: ۲۵۶ صفحات قیمت: ۱۰۰ روپے
ناشر: مطبع ادب اسلامی گلشن راوی لاہور

....

نماز اسلام کا عملی بنیادی ارکان میں اہم ترین عبادت ہے جس کے بارے میں قرآن پاک میں کافی آیتیں اور ذخیرہ احادیث میں معتد بہ حصہ اس کی اہمیت پر دال ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر اس کے مقتضیات بھی اور عبادات کی نسبت سے زیادہ اہم ہیں۔ چنانچہ اسی موضوع پر قدیماً وحدیثاً ہر زبان میں چھوٹی اور بڑی کتابیں معرض وجود میں آئی ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب بھی اسی مبارک سلسلہ کی ایک اہم ترین کڑی ہے جس کے متعلق شذرات میں جناب مولانا حافظ فضل الرحیم صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں۔

''فاضل مولف نے اس کتاب میں نماز کی فرضیت شرائط اور ارکان نماز احکام طہارت نماز کے فرائض و ارکان اس کے واجبات مستحبات مفسدات' مکروہات' جماعت نماز اور اس سے متعلقہ مسائل اذان واقامت امت اور اس کی شرائط نماز کے بعد کی مسنون دعائیں نوافل وسنن' نمازِ تہجد' نمازِ تراویح 'صلوۃ الحاجۃ' نمازِ وتر جمعہ وعیدین' نماز جنازہ اور صبح وشام کی مسنون دعاؤں پر قلم اٹھایا ہے کتاب کی سب سے عمدہ بات یہ ہے کہ اس کا مصنف نے ہر مسئلے کا قرآن وحدیث سے اثبات کیا ہے اور ہر مسئلے کا اپنا ماخذ بیان کیا ہے۔ اسی طرح یہ کتاب یہ صرف نماز کی کتاب نہیں بلکہ نماز کے مختلف مسائل کے بارے میں ان کے حتمی دلائل پر مشتمل ہے۔''

ڈاکٹر محمد امین صاحب نے اس کے بارے میں مختصر مگر جامع تبصرہ کیا ہے کہ

''یہ کتاب ہر اس شخص کی ضرورت ہے جو نماز پڑھنا چاہتا ہے''

بلاشبہ نمازِ حبیبؐ اپنے موضوع اور اس کے شمولات ومحتوبات کا اعتبار سے ایک گرانقدر کاوش اور بہترین کوشش ہے۔ صوری اور ظاہری لحاظ سے انتہائی خوبصورت اور دیدہ زیب ہے اللہ تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے ایک مفید قیمتی سوغات اور تحفہ اردو دان طبقہ کے لئے تیار کیا ہے۔

کھانسی، نزلہ، زکام
کسی موسم یا کسی وقت کے پابند نہیں

ہمدرد کی مجرّب دوائیں ان کا علاج بھی ہیں اور ان سے محفوظ رہنے کی مؤثر تدبیر بھی

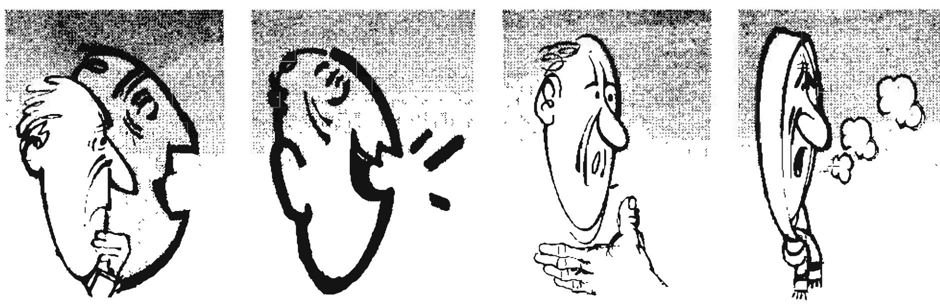

سُعالین

مُفید جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ سُعالین، گلے کی خراش اور کھانسی کا آسان اور مؤثر علاج۔ آپ گھر میں ہوں یا گھر سے باہر، سرد و خشک موسم یا گرد و غُبار کے سبب گلے میں خراش محسوس ہو تو فوراً سُعالین لیجیے۔ سُعالین کا باقاعدہ استعمال گلے کی خراش اور کھانسی سے محفوظ رکھتا ہے۔

جوشینا

تیار جوشاندہ

نزلہ، زکام، فلو اور اُن کی وجہ سے ہونے والے بخار کا آزمودہ علاج۔
جوشینا کا روزانہ استعمال موسم کی تبدیلی اور فضائی آلودگی کے مُضر اثرات بھی دُور کرتا ہے۔
جوشینا بند ناک کو فوراً کھول دیتی ہے۔

لعوق سپستاں

نزلے زکام میں سینے پر بلغم جم جانے سے شدید کھانسی کی تکلیف طبیعت نڈھال کر دیتی ہے۔
اس صورت میں صدیوں سے آزمودہ ہمدرد کا لعوق سپستاں، خشک بلغم کے اخراج اور شدید کھانسی سے نجات کا مؤثر ذریعہ ہے۔

ہر موسم میں، ہر عمر کے لیے

صُدوری

مؤثر جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ خوش ذائقہ شربت۔ خشک اور بلغمی کھانسی کا بہترین علاج۔ صدوری سانس کی نالیوں سے بلغم خارج کر کے سینے کی جکڑن سے نجات دلاتی ہے اور پھیپھڑوں کی کارکردگی کو بہتر بناتی ہے۔
بچّوں، بڑوں سب کے لیے یکساں مُفید۔

سُعالین، جوشینا، لعوق سپستاں، صُدوری۔ ہر گھر کے لیے بے حد ضروری

ہمدرد

مدینۃ الحکمۃ۔ تعلیم سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعات ہمدرد خریدتے ہیں۔

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:
www.hamdard.com.pk

پروفیشنل اور تجربہ کار ٹاؤن پلانرز کے زیرنگرانی عظیم الشان رہائشی منصوبہ جات

اسلام آباد موٹروے سٹی جماعت اسلامی کے مجوزہ مرکز **قرطبہ سٹی** اور تعمیرِ ملت ایجوکیشن سٹی (شفا انٹرنیشنل ہسپتال اسلام آباد) کے درمیان اور نیو انٹرنیشنل اسلام آباد ایئرپورٹ اور بین الاقوامی شاہراہ **موٹروے** کے قریب واقع ہے۔

بکنگ جاری ہے

اسلام آباد موٹروے سٹی

(خیبر بلاک)

سائز پلاٹس			
رہائشی پلاٹس	5 مرلہ	10 مرلہ	1 کنال
زرعی فارم	5 کنال	10 کنال	20 کنال

کمرشل پلاٹس	
سائز 20x10	نقد ادائیگی پر رعایتی قیمت 30 ہزار روپے
سائز 30x12	نقد ادائیگی پر رعایتی قیمت 50 ہزار روپے

قیمت اور طریقہ ادائیگی		
قیمت	ایڈوانس	ماہانہ قسط
10,000 روپے فی مرلہ	1,000 روپے فی مرلہ	100 روپے فی مرلہ
رجسٹری	کل قیمت کا نصف یکمشت ادا کرنے پر 15 دن میں رجسٹری	
نوٹ	کارنر اور ڈبل روڈ فیسنگ پلاٹ پر دس فیصد زائد قیمت	

5 مرلہ 7 مرلہ اور 10 مرلہ کے پلاٹس پر رہائشی مکان تعمیر کر کے آسان اقساط پر فروخت کئے جائیں گے۔ (ان شاء اللہ)

بلاشبہ سود کھانا اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے جنگ کرنے کے مترادف ہے

خوشخبری

الاتحاد کارپوریشن ایک کاروباری ادارہ ہے جو

سود سے پاک سرمایہ کاری

کرنے کا پابند ہے۔ بورڈ آف ڈائریکٹرز نے فیصلہ کیا ہے کہ **اسلام آباد، راولپنڈی** اور **مضافات** میں سستی اراضی خرید کر مختلف رہائشی منصوبہ جات یعنی رہائشی کالونیز، کمرشل مارکیٹس کی تعمیر، زرعی زمینوں، فلیٹس اور مکانات کی خرید و فروخت میں سرمایہ کاری کرے اور سود کی لعنت سے چھٹکارا چاہنے والے مسلمانوں کو بھی سرمایہ کاری کا موقع بھی فراہم کیا جائے اور پہلے سے جاری شدہ منصوبہ جات میں نفع و نقصان کی بنیاد پر حصہ داری کیلئے کم قیمت کے شراکتی حصص جاری کئے جائیں۔ بورڈ آف ڈائریکٹرز کے فیصلہ کے مطابق

کم قیمت کے شراکتی حصص

جاری کئے جا رہے ہیں۔ لہذا

حلال محفوظ اور سود کی ملاوٹ سے پاک سرمایہ کاری

شیئرز خود بھی خریدیئے اور اپنے احباب کو دعوت دیجئے!

- بنیادی طور پر کم از کم 10 شیئرز خریدنے کی درخواست دی جا سکتی ہے۔
- خواہشمند خواتین و حضرات درج ذیل پتہ سے درخواست فارم **مفت** منگوا سکتے ہیں۔
- سال کے اختتام پر مکمل حساب پیش کر کے منافع شیئر ہولڈرز میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ شرح منافع 20 سے 30 فیصد تک متوقع ہے۔
- کارپوریشن 15 دن کے اندر اندر حصص سرٹیفکیٹس جاری کرنے کی پابند ہوگی۔
- شیئرز قابل فروخت اور قابل انتقال ہونگے لیکن کارپوریشن کو مطلع کرنا ضروری ہوگا۔
- فیصلہ قرآن و سنت کے مطابق کیا جائے گا۔

مزید تفصیلات کے لئے:

الاتحاد کارپوریشن

7۔ دبئی پلازہ سکستھ روڈ چوک، مری روڈ، راولپنڈی

ڈرافٹ بنام اکاؤنٹ نمبر 69-4137 حبیب بنک رحمٰن آباد برانچ مری روڈ راولپنڈی

فون: 051-4581451 موبائل: 0333-5111385 ای میل: al_ittehad@hotmail.com

محمد نصیر خان مروت
چیف ایگزیکٹو

Designed by: SUTOOR Grafix: 0303 - 651 39 66

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم ! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمداللہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک و بیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تا قیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جوکہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف سوا کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب واہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجر کم علی اللہ۔**

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یو بی ایل اکوڑہ خٹک 7 -01 نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5 - 17

مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 721

Email: haqqania@nsr.pol.com.pk OR haqqania@hotmail.com